امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ محمد تنویر الزماں تاج
■ امارت شرعیہ؛ ملک کی مثالی تنظیم
■ بٹ کوائن؛ ایک فرضی کرنسی
■ بینکوں کی معیشت......
■ دینی تعلیم سب کے لیے ہے
■ سادگی اور سادہ زندگی
■ اخبار جہاں، طب وصحت، ہفتۂ رفتہ

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 26-25 مورخہ ۱۷ر شوال المکرم ۱۴۳۹ھ مطابق ۲ر جولائی ۲۰۱۸ء روز سوموار

ملی زندگی کی تاریخ

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ

ماضی کا دوسرا نام تاریخ ہے۔ وہی قوم ترقی کرتی ہے جو تاریخ کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس سے سبق لیتی ہے۔ آپ کی تاریخ چودہ سو سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس لانبے عرصے میں ملت اسلامیہ نے بہت سے ملکوں کا سفر کیا ہے۔ کامیابیوں اور ناکامیوں کے ان گنت مرحلوں سے دو چار ہوئی ہے، اگر کامیابیوں کی تاریخ لکھی جائے تو محسوس ہوگا کہ اس ملت نے ہزیمت کی تلخی نہیں برداشت کی ہے، اور ناکامیوں کی داستان چھیڑی جائے تو سننے والا اسے مظلوم ملت کہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی تاریخ میں کامیابی اور ناکامی ساتھ ساتھ چلتی رہی ہے اور ہر مرحلہ میں ان مع العسر یسرا کا مشاہدہ ہوتا آرہا ہے۔

اس سے زیادہ مظلومیت اور کیا ہوگی کہ حق کا اظہار جرم ہو جائے اور سچائی کے بیان کے لئے تنہائیوں کو تلاش کیا جانے لگے، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کا کام شروع کیا اور خالق کا پیغام مخلوق تک پہونچایا تو لوگوں نے زبان بندی کے تمام حربے استعمال کئے، تنگی کے اس زمانے میں انسانون نے پیغام الٰہی کو قبول کیا۔ یہ دشواریوں میں آسانی کا پہلا زینہ تھا۔ وہ حالات کتنے سخت رہے ہوں گے، جب رات کی تنہائی میں ایک چالیس سالہ انسان کو اپنا وطن چھوڑ دینا پڑا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو وطن بنالیا۔

لیکن ان حوصلہ شکن حالات کے ایک پر عزم فیصلے نے کاروان حق کی تاریخ بدل ڈالی اور ناکامی کے درمیان کامیابی کی شمع روشن کردی۔ ہماری ابتدائی تاریخ میں اگر غزوہ بدر کی فتح ہے تو غزوۂ احد کا دھچکا بھی ہے، غزوہ خندق کی احتیاط ہے تو فتح مکہ کا ولولہ بھی ہے اور ابلتے ہوئے حوصلوں اور بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے کی مثال صلح حدیبیہ بھی ہے۔ یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ملت اسلامیہ نے ابتدا سے خدا پر لازوال یقین عزم وحوصلہ، صحیح فیصلہ اور استقامت اور ایثار وقربانی کے ذریعہ دشواریوں میں سہولت کی راہ تلاش کی ہے اور ناکامیوں کے درمیان کامیابیوں کو ڈھونڈ نکالا ہے، یہ تاریخ بتاتی ہے کہ ملت اسلامیہ نے کامیابی کے مرحلوں میں اپنے آپ کو قابو میں رکھا ہے اور جب ناکامی ہوئی تو اس نے اسے راستے کی ایک ٹھوکر سمجھا۔ ایسی ٹھوکر جو احتیاط کا سبق دیتی ہے۔ بڑھنے کا حوصلہ بخشتی ہے اور منزل کو پانے کیلئے تازہ عزم پیدا کرتی ہے۔

عہد نبوی کے بعد کی تاریخ بھی گرنے، اٹھنے، سنبھلنے اور بڑھنے کی تاریخ ہے اور ایسی تاریخ اس لئے تیار ہوئی کہ خدا پر لازوال یقین اور اسلام سے غیر متزلزل اور وفاداری کے نتیجے میں لوگوں نے حوصلہ نہیں ہارا، وہ جانتے تھے کہ شکست صرف ہارنے کا نام نہیں حوصلہ کھودینے کا نام ہے، ان لوگوں نے مشکل حالات میں بھی حوصلہ اور ولولہ برقرار رکھا۔ طویل صلیبی جنگوں اور تاتاری حملوں کے نرغے میں کسی بھی ملت کا باقی رہ جانا کوئی آسان کام نہ تھا، لیکن یہ ملت اسلامیہ کی سخت جانی ہی نہیں قوت ایمانی تھی جس نے بدترین دنوں میں بھی حوصلوں کو بلند کر رکھا اور جب حالات نے پلٹا کھایا تو نور ایمانی کے اثرات دور دور تک محسوس کئے گئے۔

ایک بات عرض کردوں، ملی زندگی کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، کامیابی بھی نظر آئے گی اور ناکامی کے نقوش بھی ملیں گے۔ جو عہد کامیابی کا ہے وہ عہد دراصل خدا اور اس کے رسول کی اطاعت، نظم وضبط، اتحاد واعتماد کا ہے اور ناکامی کا عہد قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات سے فرار، اتحاد کی کمی اور نظم وضبط کے فقدان نمونہ ہے۔

تاریخ کا یہ عہد دراصل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے جس میں فرمایا گیا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعد ما تمسکم بھما کتاب اللہ وسنتی

(میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کتاب اللہ اور میری سنت، اگر تم ان پر مضبوطی سے عمل کرتے رہے تو کبھی نہیں بھٹک سکو گے۔)

چودہ سو سال گذر گئے لیکن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں نہ کہنگی آئی اور نہ تاثیر میں کمی ہوئی ہے، وہ سبق آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ مسلمان جہاں بھی رہے انہوں نے اس سبق کو یاد کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالق نے انہیں اوپر اٹھایا۔ مخلوق نے ان کی پذیرائی کی اور کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔ انہوں نے ہر ملک کو اپنا وطن سمجھا۔ اسے بنانے، سنوارنے اور ترقی دینے مین انہوں نے بڑی بڑی جدوجہد کی۔ آپ ہندوستان کی تاریخ کا جائزہ لیجئے۔ یہاں مسلمان خواہ تاجر کی حیثیت سے آئے ہوں، مبلغ کی شکل میں آئے ہوں یا انہوں نے فاتح کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ہندوستان کو جنت نشان بنادیا۔ انہوں نے علوم وفنون کی سرپرستی کی، علم وتحقیق کے نئے افق تلاش کئے، تہذیب کو بلند قدروں سے آشنا کیا، فن تعمیر کو تاج محل کا حسن اور قطب مینار کی بلندی عطا کی، نظام حکومت اور نظم معیشت استوار کیا، اور انسانوں کے درمیان مساوات، بھائی چارگی صلہ رحمی اور عزت نفس کا درس دیا۔ جس ملت کے افراد نے ہندوستان کو سب کچھ دیا اس کے بارے میں یہ بحث زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ وہ کس انداز سے اس ملک میں آئے۔

اس ملک میں اور لوگ بھی باہر سے آئے ہیں انہوں نے بھی اس ملک کو ایک نیا رخ، نئی تہذیب اور نیا انداز فکر دیا۔ ان لوگوں نے بھی اس ملک کی بڑی خدمت کی ہوگی۔ لیکن اس وقت آنے والوں کے حوصلے اتنے بلند تھے کہ یہاں کے اصل باشندوں دراوڑ، کول، بھیم، سنتھال اور بہت سے انسانوں کو علاقے کے علاقے خالی کردینے پڑے۔ زندگی بتانے کے لئے جنگلوں میں پناہ لینی پڑی اور تاریخ نے انہیں جنگلی قوموں کا نام دے دیا۔ جب کہ وہ ہندوستان کے اصلی باشندے کہے جانے کے مستحق ہیں۔ اس وقت ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی گئی جس میں انسانوں کے درمیان فرق تھا اور کوئی اونچا تھا اور کوئی نیچ، کوئی مادر زاد شریف تھا اور کسی کو تمام تر شرافتوں کے باوجود شریفوں کے قبیلے میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ علم، عظمت، وقار، صنعت وحرفت اور خدمت کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا گیا۔ جس نے بعد میں ذات کی شکل لے لی، ماضی بعید کی یہ تقسیم آج بھی ہندوستان کا دہکتا ہوا مسئلہ ہے۔ آنے والوں کی نیتوں پر شبہ نہیں، وہ خلوص ومحبت کا پیغام لے کر آئے ہوں گے لیکن تہذیب کا جو ریکارڈ ہمارے سامنے ہے اسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ فاتح بن کر آنا یا مفتوح کی شکل میں بھاگ کر آنا، رشی منی کی حیثیت سے آنا یا تاجر کے انداز میں آنا اپنے اندر نتائج کے اعتبار سے فرق نہیں رکھتا۔ اثر اس کا پڑتا ہے کہ آنے والا کس پیغام کے ساتھ آرہا ہے، کس سانچے میں اس کے ذہن کی تعمیر ہوئی ہے اور وہ کس مقصد سے آرہا ہے۔ وہ مقصد بلند اور وہ پیغام انسانیت کے لئے نفع بخش ہے تو اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ اور اگر اس پیغام کو لانے والے بلند حوصلہ، مضبوط عزم اور صحیح فیصلے تک پہونچنے کی قوت رکھتے ہوں تو پیغام دور تک پھیلے گا، اور دیر تک اس کے اثرات باقی رہیں گے۔

ہندوستان میں مسلمان فاتح کی حیثیت سے بھی آئے ہیں، تاجر اور عالم اور بزرگ کی حیثیت سے بھی، کسی نے ملک کے نظام کو درست کیا، کسی نے دل کی دنیا آباد کی، کسی نے علم کی شمع روشن کی، کسی نے معیشت ومعاشرت کو فروغ دیا اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا اس سے بہت زیادہ انہوں نے ہندوستان کو دیا ہے، آپ یقین کریں یا نہ کریں آج بھی آپ بہت کچھ دینے کی پوزیشن میں ہیں، یہ نسل اور ملت اسلامیہ کا جوان طبقہ جو حیران وپریشان ہے اسے خدا نے عددی طاقت ہی نہیں دی ہے فکری اور علمی صلاحیت بھی دی ہے۔ حوصلہ بھی دیا ہے، جوش وجذبہ بھی ہے اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اس کے پاس وہ ابدی پیغام ہے جو قوموں کی زندگی کو نیا رخ دے سکتا ہے، اور حالات پر قابو پانے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہے۔ بے شک یہ ملت ماضی قریب میں پر پیچ حالات سے گذری ہے اور آج بھی پیچیدگی ختم نہیں ہورہی ہے لیکن اس امت کا خمیر نہیں بدلا ہے۔ اس ملت کو برابر دشواریوں میں امید کی کرن اور شکست میں کامیابی کی روشنی ملتی رہی ہے۔ آپ بھی اسی یقین کے ساتھ نیا سفر شروع کریں۔ تقسیم ملک کی تاریخ آپ کے سامنے ہوگی، لیکن اس کی تلخیوں سے آپ ناآشنا ہیں اور اگر یہ تقسیم جرم ہے تو آپ اس جرم میں شریک نہیں ہیں، نہ اس میں آپ کے مشورے اور عمل کو دخل ہے۔ آپ نے آزاد ہندوستان میں ہوش سنبھالا ہے اس ملک کے باوقار اور باحوصلہ شہری کی حیثیت سے آگے بڑھنا آپ کا اختیار بھی ہے اور آپ کا فرض بھی ہے۔ ملک کی تقسیم کا ذمہ دار کون ہے یہ تقسیم کن حالات میں ہوئی؟ اور تقسیم صحیح ہوئی یا غلط ان بحثوں سے اپنا دامن بچالیجئے اور اسے مورخ کے حوالے کیجئے۔

اس ملت کے رہنماؤں، علماء اور اکابر نے بڑے حوصلے اور استقلال کے ساتھ ملت اور ملک کی خدمت کی ہے۔ شاید آپ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک اس ہیجانی اور طوفانی دور کا اندازہ نہیں لگا سکتے جس نے اس ملک کے ذہن، انداز فکر، طریق زندگی اور تہذیب کو متاثر کیا ہے، پھر بعد میں جو مشکل حالات پیدا ہوئے ہیں، ان سے مقابلے کے لئے انہوں نے طویل جدوجہد کی ہے، اور ملی شیرازہ کے دم واپسیں میں زندگی کی نئی روح پھونکی ہے، اور مسئلہ خواہ دین کے تحفظ کا ہو یا زندگی کے تحفظ کا، زبان کا ہو یا تہذیب کا، انہوں نے کبھی مسائل سے نگاہ نہیں پھیری، مجھے غم ہے کہ تسبیح کا کوئی مضبوط دھاگہ ان دانوں کو یکجا نہ کرسکا، لیکن یکجائی کی کوششیں بالکل ناکام رہی ہوں ایسا بھی نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ر پر)

بلا تبصرہ

''مودی جی جو اس قدر اچھل کود کررہے ہیں جس دن آر ایس ایس کو اندازہ ہوجائے گا کہ وہ بی جے پی کے لئے منافع بخش نہیں ہیں ان کا حشر بھی اپنے گرو ایل کے ایڈوانی کی طرح ہوجائے گا۔'' (ششی تھرور ایم پی)

امارت شرعیہ

''مسلمانوں کے لئے جس چیز کی آج ضرورت ہے اور حصول سوراج کے بعد بھی ضرورت ہوگی بلکہ ہندوستان کے آزادی کی منزل کو قریب کرنے لئے جو چیز سب سے زیادہ مفید ہوگی یہی نظام اسلام یعنی امارت شرعیہ ہے۔'' (حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد۔ بانی امارت شرعیہ)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نجات کا راستہ:

﴿جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لیے ہر مشکل ومصیبت سے نجات کا راستہ نکال دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوگا، جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے، اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے، اس نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔﴾ (سورۂ طلاق: ۲۔۳)

مطلب: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ومقرب بندوں کو مختلف طرح سے نعمتیں عطا فرماتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے متقی وپرہیزگار بندہ کے لیے دو برکتوں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے، پہلی برکت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت کی مشکل سے نجات دیدیتے ہیں اور دوسری برکت یہ ہے کہ اس کو ایسی راہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں، جس کا اس کو کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسانی زندگی کی ساری سرگرمیوں کا یہی محور ہوتا ہے کہ انسان کو کس طرح قلبی سکون حاصل ہوجائے اور وہ فتنہ وفساد اور مصائب آلام سے محفوظ رہے اور زندگی گذارنے اور جسمانی قوت کے حصول کے لیے غذا میسر ہو، اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ان دونوں چیزوں کی فراوانی کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، اسی طرح جو لوگ قناعت پسند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عزت ووقار کے ساتھ روزی عطا فرماتے ہیں، جب دل پورے طور پر اللہ کی رزاقیت کے ساتھ وابستہ ہوجائے تو بلاشبہ ایسے دل پر نور کی بارش برستی ہے اور کشادگی وفراخی پیدا ہوتی ہے، حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل کی صدائے بازگشت ہونے لگتی ہے؛ لیکن توکل کا قطعا یہ مطلب نہیں ہے کہ عملی تدبیر اختیار نہ کی جائے؛ بلکہ ظاہری اسباب کو اختیار کرے، اس کے بعد اللہ پر بھروسہ کرے، ہاں اگر تمام اسباب وتدبیر بے سود ہوجائیں، اپنی جان بھاری ہوجائے تو اس وقت جو کیفیت ہوتی ہے کہ انسان کو یقین آجاتا ہے کہ اب کہیں جائے پناہ نہیں سوائے اللہ کے تو ایسے وقت انسان کو ضرور فراخی اور مشکلات سے نجات حاصل ہوتی ہے، درحقیقت متوکل وہ ہے جو اسباب ظاہری کو اختیار کرنے کے بعد اللہ پر اعتماد رکھے، مثلا زمین میں بیج ڈال دیا، یہ اس کی تدبیر تھی، اب وقت پر بارش کا برسنا، پودے کا ثمر آور ہونا، آفات سماوی سے اس کو محفوظ رکھنا یہ سب چیزیں فضل خداوندی سے حاصل ہوں گی اور اللہ نے ان اسباب کو اختیار کرنے کا حکم اس لیے دیا؛ تاکہ انسان کے قلب کو یکسوئی حاصل ہوجائے؛ کیوں کہ اسباب میں کچھ تاثیر نہیں، مگر اس سے یک گونہ تسلی مل جاتی ہے، جن لوگوں کو بغیر اسباب کے کچھ مل جائے تو وہ اس کی کرامت ہوتی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قاریوں کی ایک جماعت پر سے گذر ہوا، آپ نے دیکھا کہ وہ سب کے سب سر جھکائے بیٹھے ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں، عرض کیا گیا کہ یہ توکل کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ تو متاکلین ہیں، جو لوگوں کا مال کھا رہے ہیں، تمہیں کیوں نہ بتادوں کہ متوکل کسے کہتے ہیں، لوگوں نے کہا کہ ہاں ضرور، آپ نے فرمایا کہ درحقیقت متوکل وہ ہے جو زمین میں بیج ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ بہرحال قرآن وحدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب ظاہری کو اختیار کرکے معاملہ کو اللہ کے حوالہ کیا جائے اور یہی ایمان کا تقاضہ ہے۔

مایوس نہ ہوں:

{حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ پر توکل کا حق ادا کرو تو تمہیں بھی روزی ایسے ہی مہیا ہوگی، جیسے کہ پرندے کو کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتا ہے اور شام میں آسودہ ہوکر لوٹتا ہے۔} (ترمذی شریف)

وضاحت: اللہ رب العزت نے دنیا میں کامیابی وکامرانی کے لیے کچھ اسباب مقرر کئے ہیں، اگر انسان ان اسباب وتدابیر کو اختیار کرے تو وہ ترقی کی منزلیں طے کرسکتا ہے، البتہ کامیابی کے لیے ان اسباب پر اعتماد نہ رکھے؛ بلکہ اعتماد صرف اللہ کی ذات وصفات اور اس کی نصرت وحمایت پر کیا جائے؛ کیوں کہ دنیا کی کوئی چیز اللہ کی مشیت اور ارادے کے بغیر حرکت نہیں کرسکتی ہے، بندہ کے لیے صرف یہ حکم ہے کہ وہ اسباب کو اختیار کرکے نتیجہ کو اللہ کے حوالہ کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے فراخی کی راہیں کھول دیتے ہیں، **وعلی اللہ فتوکلو ان کنتم مومنین**، اگر تم مومن ہو تو اللہ پر بھروسہ اور اعتماد رکھو، بے حوصلہ اور مایوس نہ ہو۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اسباب کے تین درجے ہیں، یقینی، ظنی، وہمی، سبب یقینی یہ ہے کہ عادتا نفع کا مرتب ہونا یقینی ہو، کھانے کے بعد آسودگی، پانی پینے کے بعد سیرابی، ایسے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے، اگر یہ اسباب موجود ہیں اور کوئی انہیں اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں جاگرتا ہے تو حرام موت مرے گا، سبب ظنی میں نفع کا مرتب ہونا یقینی نہ ہو، بلکہ عام طور پر نفع ہوتا ہو، علاج کے ذریعہ صحت یابی، تجارت کے ذریعہ رزق کا حصول، ایسے اسباب کو اختیار کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں؛ بلکہ انہیں استعمال کرنا سنت اور پسندیدہ ہے؛ بلکہ بعض حالات میں ان کو بھی اختیار کرنا ضروری ہے اور سبب وہمی سے نفع ہونا خیالی ہو، جیسے بدفالی وغیرہ توکل کے خلاف ہے، یہ اسباب کے مختلف درجات ہیں، لیکن بنیادی طور پر ہر حالت میں اللہ پر اعتماد اور اس کے وعدوں پر اطمینان رکھئے اور یہ خیال رکھئے کہ خیر کا سرچشمہ ذات واحد ہی ہے تو آپ کامیاب وکامران ہوں گے، اللہ فرماتے ہیں: جب کسی کام کے لیے عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو، جو کچھ ملے اس پر شکر کیجئے اور جو نہ ملے، اس پر صبر کیجئے، اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ مومن ہر طرح کے حالات میں اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر ثابت قدم رہے، اس سے انحراف نہ کرے اور مشکل حالات کو بدلنے کی ہر جائز تدبیر اختیار کرے، جب انسان اس مقام کو پالیتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

سفر حج کے آداب ومسائل

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں، میں سال رواں اللہ کے فضل وکرم سے حج کے مبارک سفر پر جا رہا ہوں، سفر حج سے پہلے ہمیں کیا کیا کرنا چاہیے اور سفر کس طرح کرنا چاہیے، اس سلسلہ میں آپ ہماری شرعی رہنمائی فرمائیں۔

الجواب ———— و باللّٰہ التوفیق

حج ایک اہم اور عظیم الشان عبادت ہے جس میں حاجی عشق ومحبت کے جذبات سے سرشار ہوکر اپنی تمام امتیازی شان اور حیثیت کو مٹاڈالتا ہے، ایک مجرم کی طرح اپنے آپ کو احکم الحاکمین کے حوالہ کردیتا ہے، ذلیل غلام کی طرح مالک الملک کے گھر کا چکر لگاتا ہے، اس کے حکم پر تیز دھوپ، ازدحام اور شدید گرمی میں صحرا و بیابان (منی، مزدلفہ اور عرفات) کی خاک چھانتا ہے اس حوصلہ اور یقین کے ساتھ کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہوگا اور ہمیں بخشش ومغفرت کا پروانہ عطا فرمائے گا۔

اس لئے راہ عشق کے مسافر کو چاہئے کہ روانگی سے قبل اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا طریقہ خوب اچھی طرح سیکھ لے، تاکہ زندگی میں ایک مرتبہ انجام دی جانے والی یہ عبادت بہتر اور مستحسن طریقہ پر انجام دی جا سکے اور بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت کا حامل ہوسکے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو حج کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ حج کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لے اور یہ فرض عین ہے اس لئے کہ عبادت اس کی صحیح نہیں ہوگی جو عبادت کا طریقہ نہیں جانتا ہو اور مستحب ہے کہ کوئی ایسی واضح کتاب اپنے پاس رکھے جو مسائل واحکام ومقاصد حج کے لئے جامع ہو اسے ہمیشہ پڑھتا رہے اور پورے سفر میں بار بار پڑھتا رہے تاکہ پوری طرح مسائل پر اس کی تحقیقی نگاہ ہوجائے، جو ایسا نہیں کرے گا ہمیں ڈر ہے کہ وہ بغیر حج کے لوٹے گا کہ کہیں کسی میں اور کبھی کسی رکن میں خلل پیدا کرے گا اور بسا اوقات لوگ مکہ والوں کی تقلید کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ مسائل حج جانتے ہیں اور اس طرح وہ دھوکہ کھاجاتے ہیں یہ سخت غلطی ہے۔ (مناسک نووی ۳۷ بحوالہ حج وعمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں)

آپ اپنی نیت کی اصلاح کرلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کی قیمت بندہ کی نیت پر متعین ہوتی ہے۔ حج کا مقصد صرف اور صرف رضائے ربانی اور فلاح اخروی ہو، سیر وتفریح، شہرت ونا موری یا اور بھی کوئی دنیاوی یا سیاسی اغراض ومقاصد بالکل نہ ہو، اگر دل میں کہیں ذرہ برابر بھی اس کی بو باس اور کھوٹ ہو تو فورا اس کو دل سے باہر نکال دیں۔ کیونکہ اس مقصد سے کیا جانے والا حج عند اللہ مقبول نہیں ہوتا اور سوائے روپئے کی بربادی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

روانگی سے قبل اپنے سارے گناہوں سے پوری ندامت وشرمندگی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ صدق دل سے توبہ کریں، اگر کسی گناہ میں مبتلا ہوں تو اسے فورا چھوڑ دیں، آئندہ پھر کبھی نہ کرنے کا عزم کریں، اگر ذمہ میں گزشتہ نماز، روزے باقی ہوں تو ان کی قضا کرلیں، اگر کسی کو ستایا ہے دکھ پہونچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لیں اور جیسے بھی ہو اس کو منالیں، کسی بندہ کا کوئی حق ذمہ میں ہو تو اس کو ادا کردیں یا اس سے خوشی خوشی معاف کرالیں، قرض کی ادائیگی نہ ہوسکی ہو تو اس کی ادائیگی کی وصیت کرجائیں، اہل وعیال دوست واحباب عزیز واقارب کے گھر جاکر ادائیگی حقوق کے ساتھ ساتھ دعاء کی درخواست کریں، واپسی تک اہل وعیال کے اخراجات کے لئے انتظام کریں۔ روانگی کے وقت اپنے گھر میں خوب خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کریں، نماز کے بعد جی بھر کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اور اہل وعیال کی خیر عافیت، سفر میں سہولت، گناہوں سے حفاظت اور حج کی قبولیت کی دعا مانگیں۔ **بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھ کر رخصت ہوں، سفر حج میں ایسا ساتھی تلاش کریں جس کے ساتھ مزاج ہم آہنگ ہو، خیر کا طالب ہو، برائی سے دور رہنے والا ہو آپ کچھ بھول جائیں تو وہ یاد دلائے، غلطی کریں تو اس پر ٹوکے، کسی عالم کا ساتھ ہو تو سب سے بہتر ہے کیونکہ اس کے علم وعمل سے آپ کو فائدہ پہونچے گا۔ (مناسک نووی ۳۸)

دوران سفر ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عزت واکرام اور ایثار کا برتاؤ کریں، ہر آرام وراحت کے موقع پر دوسروں کو آگے اور اپنے کو پیچھے رکھیں، کوئی ناگوار بات کسی ساتھی سے ہوجائے تو اسے برداشت کریں، اگر بات ناقابل برداشت ہو اور اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ علاحدہ ہوجائیں، ایذاء رسانی سے مکمل گریز کریں اگر کسی سے کوئی تکلیف پہونچ جائے تو اس کو برداشت کرلیں اور عفو ودرگزر سے کام لیں بغض وعناد اور لڑائی فساد سے آپس میں بچتے رہیں کہ اس سے آپ کی عبادت خراب ہوجائے گی، ممکن حد تک زیادہ روپئے ساتھ رکھیں تاکہ کشادہ دلی کے ساتھ دوسرے ضرورت مندوں کی مدد کرسکیں (مناسک نووی بحوالہ حج وعمرہ موجودہ حالت کے پس منظر میں)

نماز اور ذکر وتلاوت کا اہتمام رکھیں اور اس بات کا خیال ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ آپ مہمان ہیں اور آپ کا رب آپ کا میزبان ہے اس لئے اس راستہ میں کسی طرح کی کوئی صعوبت وتکلیف پہونچے تو اس کو محبت کے ساتھ برداشت کریں اور کسی طرح کا کوئی شکوہ وشکایت زبان پر نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے, آمین !!!!

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 26-25 مورخہ ۱۷/شوال المکرّم ۱۴۳۹ھ مطابق ۲/جولائی ۲۰۱۸ء روز سوموار

ترک دانا

عالم اسلام کی سب سے بڑی خبر گذشتہ ہفتہ کی یہ تھی کہ ''رجب'' نے شوال میں ''محرم'' کو شکست فاش دی، کچھ سمجھا آپ نے؟ مطلب یہ ہے کہ رجب طیب اردوغان نے ترکی کے صدارتی انتخاب میں اپنے قریبی حریف محرم انسے پر واضح برتری حاصل کرلی، اس تاریخی انتخاب میں رجب طیب اردوغان کو ۵۲/اعشاریہ پانچ فی صد ووٹ ملے، اوران کے سخت ترین ناقد اور سیاسی حریف محرم ۳۰/اعشاریہ ۶/فی صد ووٹ لے کر کافی پیچھے رہ گیے، اس طرح صدارت اور پارلیامانی انتخاب کا فیصلہ پہلے مرحلہ میں ہی ہوگیا اگر پچاس فی صد سے کم ووٹ رجب طیب اردوغان حاصل کرتے تو محرم انسے سے دوسرے دور میں ان کو مقابلہ کرنا ہوتا، ترکی کے قانون کے اعتبار سے اگر پچاس فی صد ووٹ فاتح امیدوار نے حاصل نہیں کیا تو اسے دوسرے دور میں اپنے قریب ترین حریف سے بلا واسطہ مقابلہ کرنا ہوتا ہے، لیکن ترکی کی باشعور عوام نے اس کی نوبت نہیں آنے دی اور پہلے مرحلہ میں ہی اپنی پسندیدہ شخصیت اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے امید کی کرن رجب طیب اردوغان کو اپنا صدر منتخب کرلیا، اس طرح مغربی میڈیا کے ذریعہ اس پروپیگنڈہ کو ترکی عوام نے جھوٹ ثابت کردیا، جس میں یہ کہا جارہا تھا کہ رجب کی مقبولیت میں انتہائی کمی آئی ہے، پارلیمانی انتخاب میں بھی ان کی پارٹی جسٹس اینڈ ڈولپمنٹ نے اقتدار پر اپنا قبضہ باقی رکھا ہے، ان دونوں انتخاب کے لیے ترک عوام کے نوے فی صد رائے دہنگان اپنی رائے دہی کا استعمال کیا، یہ اعداد وشمار ترک عوام کی سیاسی بیداری کے غماز ہیں۔

اردوغان کی اس جیت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ انہوں نے ترکی کو دنیا کے نقشے پر جس طرح مضبوط اور طاقت ور ملک کی حیثیت سے آگے بڑھایا ہے اس کو تسلسل مل جائے گا اس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے وہ مرکز توجہ بن گیے ہیں، سعودی پالیسی میں تزلزل اور مغربیت سے غیر معمولی قربت کی وجہ سے اب اردوغان اسلام کے حوالہ سے پہچانے جانے لگے ہیں، یقیناً ترکی کو وہ عظمت نہیں مل سکتی جو حرمین شریفین کی وجہ سے سعودی عرب کو حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود ترکی صدر مسلم امۃ کی قیادت کے لیے جس طرح آگے بڑھ رہے ہیں اس سے سعودی حکمرانوں کی قدر وقیمت کم ہوئی ہے اور ولی عہد محمد بن سلمان سے غیر دانشمندانہ، غیر اسلامی اور غیر روایتی فیصلوں کی وجہ سے اس کی مقبولیت میں خاصی کمی آئی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ولی عہد کے محل پر ڈرون حملے کی بات سامنے آئی تو افسوس کرنے والے کم اور اس حملے میں ولی عہد کے جان بحق ہونے جھوٹی خبر پر تالیاں پیٹنے والے زیادہ لوگ تھے، یہ صحیح ہے کہ کسی کی موت پر تالیاں پیٹنا ایک غیر اخلاقی عمل ہے، لیکن جذبات واحساسات کو سمجھنے کے لیے اس غیر اخلاقی حرکت کی بھی اپنی ایک معنویت ہے، جسے کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۲۰۱۷ء میں راقم الحروف کو ترکی کی سیاحت کا موقع ملا تھا، اور میں نے بچشم خود اردوغان کی مقبولیت کا مشاہدہ کیا تھا، میں نے اس آثار کو بھی دیکھا جو خلافت عثمانیہ کی یادگار ہیں اور ان عمارتوں کو بھی دیکھا تھا جسے مسلمانوں نے عیسائیوں سے چھین لیا تھا ان جگہوں پر بھی جانا ہوتا تھا، جہاں جولائی ۲۰۱۶ء میں ترکی عوام نے رجب طیب اردوغان کی بغاوت کو کچل کر رکھ دیا اور توپ ٹینک اور مہلک ہتھیاروں کے سامنے سینہ سپر ہوکر اردوغان حکومت کو بچانے کا کام کیا تھا، اس بغاوت کے بعد جس بڑے پیمانے پر عدلیہ، فوج اور انتظامیہ کے افسران کے خلاف کارروائی کی گئی تھی، اس سے ایک طبقہ ان سے ناراض بھی تھا، لیکن اس کا کوئی اثر حالیہ الیکشن میں دیکھنے کو نہیں ملا، واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ بغاوت کامیاب ہوجاتی تو ترکی دوسرا مصر بن جاتا اور وہاں بھی کوئی ''سیسی'' کمال اتاترک کے غیر اسلامی کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے کھڑا ہوجاتا اور ترکی پر ماضی کے اسلام دشمن پالیسیوں کا قبضہ ہوجاتا، لیکن پوری دنیا کے مسلمانوں کی دعائیں رنگ لائیں اور رجب طیب اردوغان نے ترکی کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کرنے میں کامیاب ہوگئے، کیوں کہ اب وہ پہلے صدر ہیں جن کے ہاتھ میں پورے ملک کی باگ ڈور ہے اور کہنا چاہیے کہ طاقت کا پورا مرکز ومحور صدر کی ذات ہے، طاقت کے اس ارتکاز سے آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کا ذہن بننے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں، لیکن خطرات کہاں نہیں ہیں، کسی نہ کسی درجہ میں ہر جگہ رسک لینا ہی ہوتا ہے، اس امکان کو اس لیے بھی نظر انداز کرنا چاہیے کیوں کہ ان کی فکر اسلامی شریعت سے ہم آہنگ ہے، میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ترکوں کا ایمان حال کے دنوں میں پہلے سے زیادہ مضبوط ہوا ہے اور کمال اتاترک کے زمانہ سے دین بیزاری کا جو ماحول بن گیا تھا، اس کو ختم کرنے کے لیے ترک عوام اب ہر طرح تیار ہے گو ان کی وضع قطع دیکھنے میں غیر اسلامی ہے۔

رجب طیب اردوغان کی اس جیت سے مشرق وسطی کی سیاست میں کافی مدوجزر اور اتار چڑھاؤ آئے گا، مغرب، مسلم حکمرانوں میں کسی ایسے کو پسند کرنے یا قبول کرنے کو تیار نہیں ہے جو ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکے، ماضی میں مغرب کی حکمت عملی یہ رہی ہے کہ کسی ایک کو مسلمانوں کی آنکھوں کا تارہ بن جانے دو اور جب پوری دنیا کے مسلمان اس پر بھروسہ کرنے لگیں تو ایسے ایسے بہانے تلاشو اور تراشو کہ اس ملک پر حملہ کرکے اسے تہہ وبالا کیا جاسکے، عراق میں صدام حسین، لیبیا میں کرنل قذافی اور افغانستان میں طالبان کے ساتھ مغرب نے یہی کچھ کیا ہے، ملک بھی برباد ہوا اور قائد کو موت کی نیند سلا دیا گیا، پوری دنیا اس پر خاموش تماشائی بنی رہی، میں یہاں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ صدام حسین، قذافی یا خود رجب طیب اردوغان ہمارے رول ماڈل نہیں ہیں، ان کی پالیسیاں اور طریقہ کار سے اختلاف کی خاصی گنجائش موجود ہے، میرا مقصد اس کے ذکر سے صرف صورت حال اور طریقۂ کار کے بارے میں بتانا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، اس لیے طاقت ور صدر ہونے کے باوجود ترک عوام اور خود رجب طیب اردوغان کو ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار رہنا چاہئے، جن کا سامنا عراق، مصر اور لیبیا وغیرہ کو کرنا پڑ رہا ہے، اور مغرب کی عیاری کے مقابلہ کے لیے انتہائی چابک دستی کے ساتھ اقدام کرنے پڑیں گے، تاکہ عوام کی توقعات پوری ہوں اور وہ مایوسی کے شکار نہ بنیں۔

مستقبل کے ماہ ونجوم

زندگی کا تسلسل مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، روح فنا نہیں ہوتی، قبر، عالم برزخ اور پھر اس کے بعد جنت وجہنم میں زندگی مختلف انداز میں باقی رہتی ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی اختتام کو پہونچ گئی، لیکن یہ صرف اس دنیا کے اعتبار سے ہوتا ہے، اخروی اعتبار سے زندگی کو فنا نہیں، بلکہ موت کے گھونٹ پینے کے بعد جس دنیا میں آدمی پہونچ جاتا ہے اس دنیا میں اس موت کے بعد کوئی دوسری موت کا تصور اسلامی نہیں ہے۔

یہ معاملہ شخصی اور انفرادی ہے، لیکن آدمی کے مرنے کے بعد اس کے بچے بچیاں، لڑکے اور لڑکیوں کے ذریعہ اس کا نام وکام باقی رہتا ہے، مرتے وقت اعمال کے علاوہ جو کچھ سرمایہ ہمارے پاس ہوتا ہے، ہم ان بچوں کے حوالے کر جاتے ہیں، اب خاندانی نظام، سماجی کاروبار اور علم وفضل کی منڈی کس طرح چلے گی، کس طرح آباد وشاداب ہوگی اس کا تمام تر مدار ان بچوں کے اوپر ہی ہوتا ہے، اس طرح کہنا چاہیے کہ ہمارے یہ بچے مستقبل کے ماہ ونجوم ہیں جن کے اندر ہمارے افکار وخیالات پروان چڑھتے ہیں، پرورش پاتے ہیں، اس لیے ان کی تعلیم وتربیت اور ان کی نگہداشت کا مناسب اور معقول انتظام جیتے جی کر جانا چاہیے تاکہ ان کی بے راہ روی اور بد عملی، بے عملی سے آخرت میں ہم پکڑے نہ جائیں اور دنیا ان کی بے راہ روی سے پریشان نہ ہو، اور ہماری آنکھیں جب بند ہوں تو اطمینان رہے کہ بچے اپنی زندگی ان خطوط پر ہی گذاریں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب ہے۔

تعلیم وتربیت کے لیے گھر اور ماں کی گود پہلا مکتب ہے، یہیں سے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی بنیاد بچوں میں پڑتی ہے، گھر کا ماحول صالح اور اللہ ورسول کے احکام پر عمل کرنے والا ہو تو بچے کی ذہنی وفکری اٹھان اسی انداز کی ہوتی ہے، اور اگر گھر کا ماحول خدا بیزار اور دین سے دور رہنے کا ہو تو بچے کی ذہنی نشو ونما اسی انداز کی ہوتی ہے اور ایسے بچے آگے چل کر لادینیت اور دہریت کے شکار ہوجاتے ہیں الا یہ کہ اللہ کا خصوصی فضل اس کے ساتھ ہوجائے۔ گھر سے نکل کر بچہ اسکول اور مدرسہ کا رخ کرتا ہے، عصری درسگاہوں میں خصوصا سرکاری تعلیمی اداروں میں تربیت کا کوئی نظام موجود نہیں ہے، ساری توجہ نصاب پر مرکوز ہوتی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے فروغ کا ان کے یہاں کوئی بندوبست نہیں ہے، جو نصاب تعلیم پڑھایا جا رہا ہے اس میں بھی جمہوری قدروں کے فروغ کے نام پر بے دینی کا ذہن ہی بنایا جاتا ہے، چند پرائیوٹ اور نجی زمروں کے اداروں میں تربیت کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اس میں کتنے بچے پڑھتے ہیں اور کتنے حلقوں تک ان کی کوششیں بار آور ہوتی ہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رہ گیے ہمارے مدارس اسلامیہ، ان میں تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ان کے نصاب کا حصہ ہے، اس لیے کہ جب تعلیم کے فروغ کا انہوں نے ذمہ لے رکھا ہے، اس میں تلاوت کتاب، تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ پر بھی خاصہ زور دیا گیا ہے اور علم کے ساتھ عمل کو جوڑا گیا ہے کیوں کہ تعلیم کسی معیار کی ہو، تربیت اور تزکیہ کا اہتمام نہیں کیا گیا تو آدمی کو انسان بنانا ممکن نہیں ہوگا، اس لیے ہر مدرسہ میں اس کا انتظام کیا جاتا ہے اور مختلف اساتذہ غیر درسی اوقات میں طلبہ کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے مامور ہوتے ہیں، اسی لیے مدارس میں تعلیم پانے والے طلبہ نسبتاً اخلاق وکردار اور مورل ویلوز کے اعتبار سے عصری درسگاہوں کے طلبہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ شوال سے مدارس اسلامیہ کا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے، طلبہ داخلہ کے لیے مدارس کا رخ کرتے ہیں، اس موقع سے طلبہ کی وضع قطع اور درجات میں داخلہ کے لیے مطلوبہ علمی صلاحیت کا بھی خیال رکھنا چاہیے، عموما دیکھا یہ جاتا ہے کہ درجات بڑھانے کے چکر میں مطلوبہ استعداد سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے، وضع قطع پر دھیان نہیں دیا جاتا ہے، اس قسم کی تساہلی سے تعلیم وتربیت دونوں کا ماحول متاثر ہوتا ہے، اس لیے آخری حد تک اس معاملہ میں کوئی سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بہت مشہور قول ہے کہ اللہ رب العزت یہ نہیں پوچھے گا کہ پانچ سو طلبہ دار الاقامہ میں کیوں نہیں رکھا؟ مدرسہ میں دورہ حدیث تک کے درجات کیوں نہیں کھلوائے، البتہ اللہ رب العزت یہ ضرور پوچھے گا کہ جن لڑکوں کو تم نے مدرسہ میں داخل کیا اس کو کام کا کیوں نہیں بنایا؟ واقعہ یہ ہے کہ اگر نئی نسل کو ہم کام کا نہیں بنا پائے تو مستقبل پر اس کے منفی اثرات پڑیں گے بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوگا، اور اس کی وجہ سے دنیا میں مرضیات الٰہی پر چلنے کا مزاج کم ہوتا چلا جائے گا، اس لیے فکر مند رہیے، فکر مندی کے ساتھ کام یہی اس مسئلہ کا واحد اور آخری حل ہے۔

سعودی عرب میں خواتین کو ڈرائیونگ کی اجازت

سعودی حکومت نے خواتین کو ڈرائیونگ کی اجازت دے کر سبھوں کو حیرت زدہ کردیا ہے، ہر جہت سے مثبت ومنفی دونوں طرح کے تبصرے اور تجزیے ہورہے ہیں، کسی نے اس کو مثبت تبدیلی کی لہر سے تعبیر کیا اور کوئی اسے عورتوں کی فطرت اور مزاج سے میل نہ کھانے والا عمل بتلایا اور کہا کہ یہ عورتوں کی عظمت ووقار اور عزت وشرف کے خلاف ہے، اس سے اس کی آزاد خیالی کو پروان چڑھنے کا موقع فراہم ہو، حالانکہ اس وقت بھی سعودی عرب میں کئی معاملات ایسے ہیں جس میں خواتین کو مردوں سے اجازت درکار ہوتی ہے، اسی بنیاد پر وہاں کفالت کا ایک نظام ہے جس کے تحت ہر خاتون کا کوئی نہ کوئی مرد کفیل ہوتا ہے لیکن اب جبکہ ڈرائیونگ لائنس کی اجازت مل گئی ہے تو اس کے اثرات وہاں کی سماجی زندگی پر پڑیں گے اور یہ مثبت بھی ہوسکتے ہیں اور منفی بھی، گرچہ سعودی وزارت داخلہ کے ترجمان نے اس کو عوامی بنیادی حقوق کا مسئلہ قرار دیا اور اس کے لئے کئی ضابطے متعین کئے جیسے ٹریفک پولیس اہل کاروں کو ایسے آلات فراہم کئے جائیں گے جن کے ذریعہ گاڑی چلانے والی خواتین کی شناخت فنگر پرنٹ کے ذریعہ ہوجایا کرے گی، وہاں خاتون کو اپنا چہرہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، مگر کیا اس سے عورتوں کی صنفی حیثیت مجروح نہیں ہوگی، اسلام ایسی بے قید آزادی کا قائل نہیں ہے، اس کے لئے حدود وقیود ہیں، اس لئے مردوں اور عورتوں کے درمیان فطری طور پر صلاحیتوں کی بنیاد پر تقسیم کار کا اصول بنا رکھا ہے، اس لئے عورتوں کو اندرون خانہ کی ذمہ داری سپرد کی اور اس کو گھر کا ملکہ بنایا اور مردوں کو بیرون خانہ کسب معاش کے لئے کہا گیا، اگر عورتوں کو آزادی کے نام پر اسی طرح بے لگام چھوڑ دیا گیا تو جس طرح مغربی معاشرہ کا خاندانی نظام بکھرتا جارہا ہے نہ گھر میں سکون ہے اور نہ اندر، اسلامی معاشرہ بھی اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہوجائے گا، اس لئے کسی بھی مسلم ممالک کو جہاں اسلامی قوانین کو ہی مشعل راہ بنایا گیا ہے وہاں بے اعتدالی کی راہ اختیار کرکے دوسروں کے لئے جواز فراہم کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

یادوں کے چراغ

محمد تنویر الزماں تاج

: ایڈیٹر کے قلم سے

مشہور سیاست داں معروف سماجی خدمت گار، آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت حلقہ بہار اور جنتا دل یو بہار کے نائب صدر ورکن مجلس عاملہ جناب محمد تنویر الزماں تاج کا سہیوگ ہوسپٹل، پاٹلی پترا پٹنہ میں ۱۶؍ جون ۲۰۱۸ء ۲؍شوال ۱۴۳۹ھ کی شب میں بروز سنیچر نو بجکر بیس منٹ پر انتقال ہو گیا، انہیں ایک روز قبل اسپتال میں داخل کیا گیا تھا وہ، ذیابطیس (شوگر) اور بلڈ پریشر کے مریض تھے، ڈاکٹروں کی جد وجہد اور تیمارداروں کی خدمت کا کوئی اثر نہیں ہوا، اور قضا وقدر نے اپنا کام کر ڈالا، جنازہ ان کے آبائی گاؤں شاہ پور غوث وایا مہوا ضلع ویشالی منتقل کیا گیا، جہاں دوسرے دن ۱۷؍ جون بروز اتوار آٹھ بجے شب میں ان کی نماز جنازہ امام مسجد مولانا آفتاب عالم ندوی نے پڑھائی، ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان کو آخری سفر پر روانہ کرنے اور الوداع کہنے کے لیے موجود تھے، علماء کی بڑی تعداد اور غیر مسلموں کی کثرت سے حاضری اس بات کا پتہ دے رہی تھی کہ وہ سماج کے ہر طبقہ میں مقبول تھے، اور تمام لوگ ان کی قدر کرتے تھے، اس موقع سے دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد کے استاذ حدیث وتفسیر مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور کے استاذ مولانا محمد قمر عالم ندوی، مدرسہ اسلامیہ چہرا کلاں کے استاذ مولانا محمد نظر الہدیٰ قاسمی، مدرسہ حفظ القرآن مجیا کے صدر مدرس مولانا امام الدین ندوی، دار التعلیم والتربیت بستی سر شکن کے ناظم مولانا معین الرشید ندوی، مولانا صدر عالم ندوی، سیاسی لوگوں میں راجیہ سبھا رکن مشہور ماہر تعلیم احمد اشفاق کریم، سابق ام ال سی، غلام غوث، راجد اقلیتی سیل کے سرفراز اعجاز، فیض احمد، انور آقا، برہم دیو رائے، سابق مکھیا وغیرہ موجود تھے، امارت شرعیہ کی نمائندگی راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے کی، تدفین گاؤں کے قبرستان میں ہوئی، پس ماندگان میں اہلیہ ہ، ایک لڑکا عامر تنویر اور تین لڑکیاں ہیں، جن میں سے دو لڑکیوں کی شادی کر چکے تھے۔

جناب محمد تنویر الزماں تاج بن ابو الخیر محمد خورشید زماں (م ۳؍ اگست ۱۹۷۱) بن خان صاحب محمد قمر الزماں (م ۱۹۴۸) بن داروغہ خورشید علی کی ولادت آدھار کارڈ پر درج تاریخ کے مطابق ۲۴؍ فروری ۱۹۵۲ء میں مجیا ہی میں اپنے نانا محمد یٰسین ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پٹنہ ہائی کورٹ (م ۱۹۶۲) کے گھر ہوئی، ابتدائی تعلیم کے مراحل دھنباد میں طے ہوئے جہاں ان کے والد اس زمانہ میں پولس انسپکٹر کے طور پر مقیم تھے، ۱۹۶۹ء میں انہوں نے پٹنہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، بڑے بھائی ڈاکٹر نجم الزماں عرف بھولا بابو کی سسرال دربھنگہ تھی، اس مناسبت سے اعلیٰ تعلیم کے لیے ملت کالج دربھنگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں سے ۱۹۷۴ء میں بایو لوجی لے کر بی ایس سی کیا، والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا، خاندان کے لوگ پولیس میں اعلیٰ عہدوں پر تھے، اس لیے انہوں نے معاش کے حصول کے لیے روبی وستر الیہ مہوا میں کھولا، تجارت میں خوب محنت کی اس دوکان کی شہرت دور دور تک ہو گئی، زمانہ تک اس دوکان نے ہی ان کے معاش کو سہارا دیا۔

۱۹۷۷ء میں جنتا پارٹی کے قیام کے بعد وہ سیاست میں دلچسپی لینے لگے اور رام بلاس پاسوان کے دست وبازو بن کر کام کرتے رہے، پاسوان جی جدھر اور جس پارٹی کا رخ کرتے وہ ان کے ساتھ ساتھ ہوتے، چنانچہ جب رام بلاس پاسوان مرکز میں وزیر ریل ہوتے تو ۱۹۹۶ء میں مسافر سہولیات کمیٹی کے چیرمین بنائے گیے، اس دور میں انہوں نے بہت سارے لوگوں کو ملازمت دلانے میں مدد کیا، جس سے ان کی مقبولیت کا گراف بڑھا، رام بلاس پاسوان کے بی جے پی سے بڑھتی ہوئی قربت کی وجہ سے ۲۰۱۰ء میں وہ لوجپا سے الگ ہوئے، حالانکہ وہ اس پارٹی کے نائب صدر رہ چکے تھے، لیکن وہ اس پارٹی میں گھٹن محسوس کرنے لگے اور بالآخر انہوں نے جدیو جوائن کر لیا، یہاں بھی خدمت ہی ان کا میدان رہا، اور ان کی پذیرائی اس قدر نہیں ہو سکی کہ وہ راجیہ سبھا یا ودھان پریشد میں پہونچ جائے، چیرمین وغیرہ کا کوئی عہدہ بھی اس پارٹی کی طرف سے انہیں تفویض نہیں کیا جا سکا، دراصل یہ عہدے بھی اب بکنے لگے ہیں، اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کے پاس ان عہدوں کے حصول کے لیے قوت خرید نہیں تھی۔

تاج بابو کے والد کی دو شادی تھی، پہلی شادی مجیا میں ہی محمد یٰسین صاحب کی لڑکی سے ہوئی جو انگریز وائے سرائے کی دہلی آفس میں ملازم تھے، بعد میں جب پٹنہ ہائی کورٹ بنا تو ان کا تبادلہ پٹنہ ہائی کورٹ میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر ہو گیا اور یہیں سے وہ مدت ملازت پوری کر کے سبکدوش ہوئے، دوسری شادی ان کے والد نے درگاہ بیلا منظور صاحب کی دختر نیک اختر سے کیا، محل اولیٰ سے پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے تولد ہوئے، تاج بابو اسی محل سے چوتھے نمبر پر تھے، بڑی بہن کی شادی جناب احمد رضا کریم رحمانی (م ۲۰۱۶) سے تیند اضلع ویشالی سے ہوئی تھی، جو رکن راجیہ سبھا اور کٹیہار میڈیکل کالج کٹیہار کے بانی وچیرمین کی بھابھی تھیں، محل ثانی سے دو لڑکے حی القائم ہیں، تاج بابو کی شادی ۱۹۸۱ء میں محمد زبیر صاحب ایڈوکیٹ کی صاحب زادی سے ہوئی جو مجیا کے ہی رہنے والے ہیں۔

تنویر الزماں تاج ہر شناسا کے دکھ درد، خوشی وغمی کے شریک تھے، انہیں غصہ کم آتا تھا، خاندانی پس منظر زمیندارانہ تھا، اس لیے صبح سے شام تک ملنا ملانا اور دوسرے کے کام آنا ہی شغل تھا، ہٹاؤ بچاؤ کا مزاج نہیں تھا، اس لیے ہر آدمی کی رسائی آسانی سے ان تک ہو جاتی تھی، اخلاق مند تھے اور مہمان نوازی کا مزاج تھا، اس لیے اچھا خاصہ سرمایہ اس پر خرچ ہو جاتا تھا، گاؤں میں نوشاہ کی پگڑی وہیں باندھتے تھے اور زبردست باندھتے تھے، شوق پان کھانے کا تھا، پان بٹی ہمیشہ ساتھ میں رکھتے، جس کی وجہ سے ہر دم سرخ رو رہتے، ہونٹوں پر پان کی سرخی ان کے حسن وجمال میں اضافہ کا سبب تھی، ان کا شمار علاقہ کے ان چند لوگوں میں ہوتا تھا جو پان کو دوا کی طرح حاصل کرتے اور غذا کی طرح استعمال کرتے ہیں۔

تاج بابو کا گاؤں میرے آبائی گاؤں حسن پور گنگھٹی، بکساما، ویشالی سے قریب تر ہے، پنچایت الگ الگ ہے، لیکن ڈاک خانہ دونوں گاؤں کا ایک ہی ہے، اس لیے شادی، غمی کی تقریب اور میلاد کی مجلسوں میں ملاقات ہو جایا کرتی تھی، وہ اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے، لوگوں کی دعوتیں کرتے، میرے پاس وقت ہوتا تو میری حاضری بھی ہوا کرتی، مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور میں جب تک رہا تو ملاقات معمول کا حصہ تھی، امارت شرعیہ جانے کے بعد اس میں کمی آئی، لیکن وقت نکال کر وہ خود دفتر ملنے کے لیے آجایا کرتے، دیر تک بیٹھتے اور سیاست سے لے کر گاؤں کے مسائل تک پر تفصیلی گفتگو ہوتی، سیاسی موضوعات پر ان کا مطالعہ گہرا اور مشاہدہ وسیع تھا، پورے بہار میں ان کی ایک پہچان تھی، یہ پہچان انہوں نے خریدی نہیں تھی، خدمت کر کے حاصل کی تھی، حضرت امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ خدمت سے دل پر قبضہ ہوتا ہے اور تعلیم سے دماغ پر، بلاشبہ انہوں نے جو خدمت کی اس سے لوگوں کے دلوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا، تاج بابو وہاں چلے گیے، جہاں نہ مداحی کام آئے گی اور نہ ان کا اثر ورسوخ، وہاں تو صرف حسن عمل کا سکہ چلتا ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ان کے گناہوں سے صرف نظر کر کے ان کے حسن عمل کے طفیل ان کی مغفرت فرمائیں گے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں گے۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

اسلام کا نظام طلاق، شبہات وجوابات

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

نکاح اور طلاق دونوں انسانی زندگی کی ضرورت ہے شریعت نے حکم دیا ہے کہ نکاح کے بعد بیوی کو اچھی طرح رکھا جائے، خوش گوار زندگی گذاری جائے، قرآن کریم میں اس کے لیے امساک بالمعروف کے الفاظ استعمال کیے گیے ہیں، اب اگر کسی وجہ سے خوش گوار زندگی گذارنا ممکن نہ ہو تو عورت کو پریشان کرنے اور معلق رکھنے کے بجائے اسے بہتر انداز میں خود سے جدا کر دیا جائے، ''تسریح بالاحسان'' کا یہی مفہوم ہے، بہتر انداز سے جدائیگی کے لیے اسلام نے پورا نظام طلاق عطا کیا اور اس کے دینے کے طریقے بتائے، جدائیگی کے بعد عورت کے لیے عدت، نفقہ وغیرہ کا طریقہ بتایا اور از سر نو دوسرے مرد وعورت سے نکاح کر کے گھریلو زندگی شروع کرنے کے مواقع فراہم کیے، اس طرح طلاق کا نظام عورت کے لئے رحمت ہے اور زحمت و پریشانی سے بچانے کا مؤثر طریقہ بھی، یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں کسی نہ کسی طریقہ سے طلاق کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے، شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا اور اگر شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا ہے اور عورت سے یہ رشتہ شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ نبھ نہیں پا رہا ہے تو وہ خلع اور فسخ کے ذریعہ قاضی شریعت کے واسطے سے گلو خلاصی کروا سکتی ہے۔

بد قسمتی یہ ہے کہ ایسے معتدل اور عادلانہ نظام پر غیر ضروری شکوک وشبہات او راعتراضات کا بازار گرم ہے، کوئی کہتا ہے کہ طلاق کا حق عورتوں ہی کیوں ہے؟ کوئی اسے ظلم قرار دیتا ہے، ہندوستان کی سپریم کورٹ نے انہیں حوالوں سے تین طلاق کو کالعدم قرار دیا اور پارلیامنٹ نے تین طلاق کے خلاف بل پاس کر دیا اور اب معاملہ راجیہ سبھا میں زیر غور ہے، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، لیکن جب بات نہ سمجھنے کی قسم کھالی گئی ہو تو بہتر سے بہتر دلیل بھی بات منوانے میں ناکام ہو جاتی ہے، لیکن ہمیں یہ کوشش جاری رکھنی ہے، اس لئے کہ معاملہ اسلامی شریعت کا ہے، قانون الٰہی کا ہے، اور ہم کسی بھی قیمت پر اس سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔

''اسلام کا نظام طلاق۔ شبہات وجوابات'' اسلام کے نظام طلاق کو سمجھانے کی عمدہ اور بہترین کوشش ہے، اس کتاب میں مولانا حسین احمد قاسمی نے نظام طلاق پر ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے، قانون طلاق کی حکمت ومصلحت پر روشنی ڈالی ہے، تین طلاق پر پابندی کے دلائل کا جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ پابندی ظالمانہ اور اجازت عادلانہ ہے، اس ضمن میں انہوں نے مسلم ممالک میں تین طلاق پر پابندی کا جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اس کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ یہ محض پروپیگنڈہ ہے، مصر، شام بحرین، قطر، کویت، الجزائر وغیرہ میں تین طلاق سے متعلق قانون کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد ان امکانات پر بھی سیر حاصل بحث کیا ہے کہ کیا تین طلاق یکبارگی دینے پر کوئی سزا مقرر کی جا سکتی ہے اور کیا اس سلسلے میں یکبارگی تین طلاق پر ہندوستانی عدالت سے سزا کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، اس سلسلے میں کرنے کے جو اصل کام ہیں اس کی طرف بھی انہوں نے رہنمائی کی ہے اور تین طلاق پر پابندی کے مفاسد سے بھی قارئین کو باخبر کیا ہے۔

مولانا حسین احمد قاسمی امارت شرعیہ کے دار القضاء سے وابستہ ہیں، طلاق، خلع اور فسخ نکاح سے متعلق معاملات وہاں آتے رہتے ہیں، برسوں کے مشاہدے اور تجربہ کے نتیجے میں ان موضوعات سے متعلق جزئیات، شکوک وشبہات اور اعتراضات پر ان کی نگاہ ہے، اس لیے انہوں نے اس کتاب میں ان تجربات ومشاہدات سے پورا فائدہ اٹھایا ہے، زبان بھی صاف اور شستہ ہے، فقہی اصطلاحات سے بوجھل بنانے سے انہوں نے گریز کیا ہے، اس سے قارئین کے ہر طبقہ کی رسائی کتاب کے مندرجات تک بآسانی ہو سکے گی، اور شکوک وشبہات دور ہوں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عام وتام نصیب فرمائے اور مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت بنا دے، آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

امارت شرعیہ —— ملک کی ایک مثالی دینی وشرعی تنظیم

مرتب: رضوان احمد ندوی

اسلام مسلمانوں کونظم واتحاد کے ساتھ زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے وہ انتشاراور خودسری کوقطعا برداشت نہیں کرتااس لئے کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائزنہیں کہ وہ انفرادی زندگی میں تو خداکے احکام کی پیروی کرے مگراجتماعی زندگی میں من مانی اورخودرائی کی راہ اختیار کرے ایسی زندگی کسی طرح بھی اسلامی زندگی نہیں کہی جاسکتی۔جس اسلام نے خالص عبادات جیسے انفرادی اعمال کوبھی ایک خاص نظم وڈسپلن کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہو وہ اجتماعی زندگی میں انتشاراور خودسری کوکیسے برداشت کرسکتا ہے، اسلام کا یہ خاص وصف ہے جواسے سارے ادیان ومذاہب سے ممتاز کرتا ہے کہ اس کے جملہ احکام ونظام میں اجتماعیت کی روح کارفرماہے۔اسلام کی یہی وہ خصوصیت ہے جس نے عرب کے وحشی اور آپس میں پشتہا پشت تک لڑنے والے قبائل میں اخوت وہمدردی کا بے پناہ جذبہ پیدا کردیااورایک ایسی طاقت بنادیا جس کوقرآن پاک کے بلیغ الفاظ میں بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) سے تعبیر کیا گیا ہے۔لہٰذااگر یہ کہا جائے توغلط نہ ہوگا کہ تنظیم واتحاداور طاقت وقوت کا اصل سرچشمہ اسلام کی بتائی ہوئی جماعتی زندگی میں پوشیدہ ہے۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعتی زندگی کا کوئی تصورمرکزیت کے بغیرنہیں کیا جاسکتا۔اسلامی حکومتوں میں یہ مرکزیت خلیفہ یاحکمرانوں کوحاصل ہوتی ہے،جس کے ذریعہ اسلام کے تمام اجتماعی احکام وقوانین جاری ونافذ ہوتے ہیں اورسارے مسلمان اس کی اطاعت کرتے ہوئے ایک اجتماعی نظام میں منسلک رہتے ہیں۔اب یہ سوال پیداہوتا ہے کہ جہاں قوت واقتدارمسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہوتو کیاایسے ملک میں وہ سارے احکام وقوانین جومسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں ترک کردیئے جائیں گے؟نہیں ہرگزنہیں۔بلکہ ایسی صورت میں اسلامی شریعت کی رو سے مسلمانوں پرواجب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی صالح اور دین دار شخص کو اپنا امیرشریعت (شرعی سردار) منتخب کرلیں اوراس کے ذریعہ ممکن حدتک تمام شرعی امور کا اجراء ونفاذ عمل میں لائیں اوران کوامیر کی اطاعت کا جوحکم دیا گیا ہے اسے پورا کریں۔"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ."اے ایمان والو!اللہ کی اطاعت کرواور رسول کی،اوراس امیر کی اطاعت کرو(یعنی حکم مانو)جوتم مسلمانوں میں سے ہو۔

خدا کاشکر ہے کہ علماء کرام اور دردمندانِ ملت اس فریضہ سے غافل نہ رہے اورآج سے تقریباً۹۹/سال پہلے انہوں نےصوبہ،بہارواڑیسہ کے مسلمانوں کی ایک شرعی تنظیم قائم کردی جوامیرشریعت کے ماتحت مسلمانوں کو منظّم ومتحد رکھنے اورنظام شرعی کے قیام وتحفظ کے لیے مسلسل کوشش کررہی ہے۔پورے یقین کے ساتھ کہاجاسکتا ہے کہ اسلام جس اجتماعی زندگی کا مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے،موجودہ دور میں امارت شرعیہ بہار،اڑیسہ وجھارکھنڈاس کی بہترین عملی شکل ہے۔

۱۳۳۹ھ میں مفکراسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمدسجادرحمۃ اللہ علیہ نے اس فریضۂ دینی کی طرف علماء کومتوجہ کیا،اجتماعی نظام کے قیام کی دعوت دی اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ،حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحبؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ،قطب دوراں حضرت مولانا محمدعلی مونگیررحمۃ اللہ علیہ خانقاہ رحمانی مونگیر کی تائید وحمایت سے۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا۔ملک کے مشاہیرعلماء اورمشائخ نے روزاول ہی سے امارت شرعیہ کے قیام،اس کے نصب العین اورطریقۂ کارکی پرزورتائیدکی اوریوم تاسیس سے اب تک ننانوے سال کی مدت میں امارت شرعیہ ملت کی عظیم خدمات انجام دے رہی ہے اوراس کا اثر بہار،اڑیسہ وجھارکھنڈ اور بنگال سے باہر پورے ملک میں محسوس کیا جاتا ہے۔اہم ملی مسائل میں اس کے جرأت مندانہ فیصلوں پراعتبار کیا جاتا ہے۔اس وقت امارت شرعیہ امیرشریعت مفکراسلام حضرت مولانا سیدمحمدولی رحمانی دامت برکاتہم کی قیادت اور ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کی نظامت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

امارت شرعیہ کانظامِ کار

امارت شرعیہ کانظام کار آٹھ بنیادی اوراہم شعبوں شعبۂ تبلیغ، شعبۂ تنظیم،شعبۂ تعلیم، دارالقضاء، دارالافتاء، دارالاشاعت،تحفظ مسلمین، بیت المال پرمشتمل ہےجن کے ذریعہ دین وملت کی جملہ اہم خدمات انجام پارہی ہیں اورموجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور کارگذاری روز بہ روز بڑھتی جارہی ہے،ان کے علاوہ بھی کچھ دیگر ذیلی شعبے ہیں،جواپنے دائرے میں کام انجام دے رہے ہیں۔

۱-شعبۂ دعوت وتبلیغ:

شعبۂ دعوت وتبلیغ امارت شرعیہ کا اہم ترین شعبہ ہے جومسلمانوں میں دین سے گہراتعلق پیدا کرنے اور غیرمسلموں تک اسلام کی دعوت کا کام انتہائی نامساعد حالات میں بھی انجام دیتا رہاہے،غیراسلامی رسم کو مٹانے،اتحادوتنظیم کے ساتھ زندگی گذارنے،معاشرہ کی اصلاح،معروف کوجاری کرنے اورمنکرات کومٹانے کی راہ میں اس شعبہ کے ذریعہ بیش بہا خدمات انجام دی گئی ہیں۔خصوصیت کے ساتھ قدرتی حادثات اورفرقہ وارانہ فسادات کے موقع پرمصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنا(جوبڑااہم کام ہے) حضرات مبلغین وعمال ہی کی محنت اورجذبۂ اخلاص وایثار سے انجام پاتا ہے۔شعبہ دعوت میں کئی ممتاز علماء کرام کی بھی خدمات حاصل ہیں۔

۲-شعبۂ تنظیم:

اس شعبہ کے ذریعہ مسلمانوں کوکلمہ کی بنیاد پرمتحد کیا جاتا ہے افتراق وانتشار سے بچایا جاتا ہےاورایک امیر کے ماتحت رہ کرزندگی گذارنے کی تلقین کی جاتی ہے۔اب تک بہار،اڑیسہ وجھارکھنڈ کے تقریباً۸۵۰۰مقامات پر امارت کی تنظیم قائم ہوچکی ہے،لیکن پوری آبادی کے تناسب سے کام ابھی بہت باقی ہے۔کوشش کی جارہی ہے کہ کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں تنظیم قائم نہ ہو۔مسلمانوں کی طاقت کی اصل بنیاد تنظیم ہی ہے۔تنظیم واتحاد ہی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی تعمیرنو کا کام ہوسکتا ہے۔اسی لئے اس کے ذریعہ بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مختلف علاقوں میں وفود کے دورے ہوا کرتے ہیں۔

۳-دارالافتاء:

امارت شرعیہ کےاس اہم شعبہ سے ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں دینی مسائل کے جواب دیئے جاتے ہیں، اب تک ساڑھے پانچ لاکھ سے زائد فتاویٰ کے جوابات دیئے جاچکے ہیں۔ان فتاویٰ کی پانچ جلدیں''فتاویٰ امارت شرعیہ'' کے نام سے طبع ہوکر منظر عام پرآچکی ہیں،چھٹی جلدکی ترتیب کا کام جاری ہے۔یہ اہل علم کے لئے گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔

۴-دارالقضاء:

امارت شرعیہ کا یہ سب سے اہم اوراپنی نوعیت کا منفرد شعبہ ہے،یہاں مسلمانوں کے باہمی جھگڑے بالخصوص طلاق،فسخ نکاح اوروراثت وغیرہ کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔دوسری نوعیت کے سول مقدمات بھی یہاں فیصل ہوتے ہیں۔اب تک ۳۰۰۰۷ہزارمقدمات کے فیصلے ہوچکے ہیں،مرکزی دارالقضاء کے علاوہ بہار، جھارکھنڈاور بنگال کے ۶۶/مقامات پردارالقضاء قائم ہیں اور قضاۃ مقرر ہیں۔مرکزی دارالقضاء میں اوسطاً سالانہ پانچ سومقدمات دائرہوتے ہیں۔دارالقضاء میں صرف ڈاک خرچ کے لیےفیس لی جاتی ہے۔

۵-دارالاشاعت:

امارت شرعیہ کےاس شعبہ سے دینی ومذہبی موضوعات پرکتابیں اوررسالے شائع ہوتے ہیں۔اب تک ایک سوسے زیادہ کتابیں اوررسالے شائع ہوچکے ہیں۔امارت شرعیہ کا ترجمان''نقیب''ہفتہ واراسی دارالاشاعت سے شائع ہوتا ہے۔جوامارت شرعیہ کا تحریری چہرہ ہے،نقیب کی ایک نہایت روشن تاریخ ہے۔اس نے ہمیشہ دین وملت کی ترجمانی نہایت دلیری اورجرأت کے ساتھ کی ہےاورمسلمانوں کی ہرموقع پررہنمائی کی ہے۔ملکی اورملی مسائل میں حق گوئی اوربے باکی اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔امارت شرعیہ کی خدمات سے واقفیت کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔اس کا سالانہ چندہ تین سوروپئے ہے۔تجارتی اصولوں پرکتابوں کی فروختگی کے لیے ''مکتبہ امارت'' قائم ہے جہاں سے امارت شرعیہ کی شائع کردہ کتابوں کے علاوہ دیگر دینی کتابیں بھی فروخت کی جاتی ہیں۔

۶-تحفظ مسلمین:

مسلمانوں کے جان ومال اورعزت وآبروکی حفاظت،ان کے مذہب وشرعی قوانین کوحکومت کے دست بُرد سے بچانا،مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اوراس کے لیے مطالبہ کرنا،ناگہانی آفات اورفرقہ وارانہ فسادات کے موقع پرمصیبت زدوں کی مدد،سرکاری نصابی کتابوں کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرناوغیرہ اس شعبہ کے خاص مقاصد ہیں۔ایسے تمام موقعوں پرامارت شرعیہ کی خدمات بےمثال رہی ہیں۔بہاراور ملک کے بعض دوسرے مقامات پرہونے والے فسادات میں امارت شرعیہ کے کارکنوں کوفوراً پہنچ کرریلیف پہونچانااورمسلمانوں میں خوف وہراس دورکرکے اعتماد پیدا کرنا،مسلم پرسنل لا،بابری مسجد،مسلم اوقاف وغیرہ کے تحفظ کے سلسلہ کی تحریکات میں قائدانہ حصہ لینااس شعبہ کی خاص کارگزاریاں ہیں۔اس کے علاوہ ملک کی سیاسی صورت حال اوروقتی حالات کے اتارچڑھاؤ کا مسلمانوں کے ملی وجود پرجواثر پڑتا ہےاس سلسلے میں مؤثراقدامات کے لیے امارت شرعیہ کے ذمہ دارحضرات ہمیشہ متوجہ رہتے ہیں اوراس کے لیے برابرجدوجہد کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کواس ملک میں ایک باعزت شہری کا مقام حاصل رہے۔

۷-شعبۂ تعلیم:

امارت شرعیہ کے اس شعبہ کے تحت صوبہ کے مختلف مقامات پردینی مکاتب ومدارس قائم ہیں۔دینی تعلیم کی ترویج واشاعت امارت کے خاص مقاصد میں ہے۔تقریباً ڈھائی سومکاتب امارت شرعیہ کی نگرانی میں چل رہے ہیں،امارت شرعیہ کی کوشش یہ ہے کہ ہرآبادی میں مکتب کا خودکفیل نظام قائم ہوجائے جس کے لئے کوشش جاری ہے،اس کے علاوہ مسلمان طالب علموں میں جدیداعلیٰ تعلیم کی ہمت افزائی کرنا بھی اس کا مقصد ہے۔چنانچہ میڈیکل اورانجینئرنگ کے غریب طلبہ کووظائف دینے کے لیے ایک فنڈ بھی''تعلیمی فنڈ'' کے نام سے قائم ہےاس سے انجینئرنگ اورمیڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کوماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔

۸-بیت المال:

بیت المال امارت شرعیہ کا کلیدی شعبہ ہے جودراصل ایک اسلامی خزانہ بھی ہے جس میں مسلمانوں کی زکوٰۃ وصدقات اورعطیات کی رقوم جمع ہوکراپنے صحیح مصارف میں اوراہم دینی وملی کاموں میں خرچ ہوتی ہیں۔مندرجہ بالاشعبوں اوران کے ذریعہ انجام پانے والی تمام خدمات کے مصارف بیت المال ہی پورا کرتا ہے۔اس طرح اس کوتمام شعبوں میں بنیادی حیثیت حاصل ہےاوران کی کارکردگی کازیادہ تر انحصار بیت المال کے استحکام پرہے۔یہاں سے فقراء ومساکین، بیوگان ویتامیٰ اور دوسرے محتاجوں کومستقل امداداور ماہانہ وظیفے دیئے جاتے ہیں،دوردراز علاقوں میں قائم مکاتب کے اساتذہ کوبھی وظائف دیئے جاتے ہیں۔دینی تعلیم حاصل کرنے والے نادار طالب علموں کو ماہانہ اور وقتی وظائف جاری کئے جاتے ہیں۔فرقہ وارانہ فسادات،حادثات کے موقعوں پرمصیبت زدوں کی مدد کی جاتی ہےان کے علاوہ دین وملت کے مختلف کاموں میں بیت المال سے رقمیں صرف کی جاتی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۵/پر)

بٹ کوئن — ایک فرضی کرنسی!

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوقات کی طرح مختلف ضرورتوں کا محتاج بنا کر پیدا فرمایا ہے، اسے پیٹ بھرنے اور بھوک مٹانے کے لئے غذا کی ضرورت ہے، صحت وعلاج کے لئے دوائیں درکار ہیں، وہ جسم چھپانے کے لئے کپڑوں کا محتاج ہے، اسے چلنے کے لئے جوتے اور چپل کی حاجت ہے اور اگر وہ سفر کرنا چاہے تو سواری کے بغیر اپنی منزل تک پہنچ نہیں سکتا، غرض کہ قدم قدم پر ضرورتیں اس کا دامن تھامے ہوئی ہیں؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے ہر انسان کے وجود میں ناک، کان، آنکھیں اور دل ودماغ کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے اور ان میں سے کوئی ضرورت ایسی نہیں ہے، جو اسے خرید کر حاصل کرنی پڑے، دوسری ضرورتوں کے سلسلے میں قدرت کا یہ نظام نہیں ہے، کسی کے پاس کھیت ہیں جن میں چاول اور گیہوں اُگتا ہے؛ لیکن اس کا کھیت دال اور تیل کی پیداوار نہیں دیتا، کسی کے پاس دال اور تیل کا انتظام ہے؛ لیکن پہننے کے کپڑے میسر نہیں ہیں، کسی کے پاس کپڑوں کی بڑی سی دُکان ہے؛ لیکن وہ سواری کے لئے ٹیکسی والوں کا محتاج ہے، ہر شخص کچھ ضرورتیں دوسروں کی پوری کرسکتا ہے اور کچھ ضرورتوں کے لئے خود دوسروں کا حاجت مند ہوتا ہے۔

غرض، وہ اس بات پر مجبور ہے کہ اپنی کچھ چیزیں دے کر دوسروں سے اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرے؛ اسی لئے انسانی سماج کے قدیم ترین دور سے خرید وفروخت اور اشیاء کے تبادلے کا سلسلہ شروع ہوا، ابتداء میں لوگ جو چیز اپنے پاس مہیا ہوتی تھی، وہ دیتے تھے، اور اس کے بدلے میں اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کرتے تھے، اگر کسی کے پاس گیہوں ہے اور اسے چاول کی ضرورت ہے تو وہ گیہوں لے کر جاتا اور چاول والے کو گیہوں دے کر چاول حاصل کرتا؛ لیکن اس میں ایک بڑی دشواری یہ تھی کہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے پاس چاول ہو، اس کو گیہوں کی ضرورت ہو، اگر اس کو گیہوں کی ضرورت نہیں ہو تو یہ شخص چاول کیوں کر حاصل کر سکے گا؟ اس بنا پر یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کسی چیز کو ذریعۂ تبادلہ اور زر کی حیثیت حاصل ہونی چاہئے کہ اس کی بنیاد پر انسان اپنی تمام ضروریات بازار سے حاصل کر سکے؛ چنانچہ اس کے لئے ابتداءً ایسی چیزوں کو ذریعہ بنایا گیا، جو زیادہ استعمال میں آتی تھیں، جیسے: گیہوں، نمک، لوہا؛ بلکہ بعض جانوروں کا بھی اس حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ لیکن اس طریقۂ تبادلہ میں کچھ کم دشواری نہیں تھی؛ کیوں کہ اگر ایک کپڑا انسان کو پچاس کلو گیہوں کے بدلے میں ملتا ہے اور گھر کے دس افراد کے لئے کپڑے لینے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچ کنٹل گیہوں لے کر وہ کپڑوں کی دُکان پر پھرتا رہے اور اپنی پسند کے کپڑے خرید کرے، سوچئے! اس میں کس قدر دشواری ہے؟ اس لئے لوگوں نے سوچا کہ کسی ایسی چیز کو ذریعہ تبادلہ بنایا جائے، جو ہلکی پھلکی بھی ہو اور انسان کو اس کے حاصل کرنے میں رغبت بھی ہو؛ چنانچہ اس کے لئے مختلف مرحلوں میں الگ الگ چیزیں مقرر کی جاتی رہیں؛ لیکن آخر نظر انتخاب سونے اور چاندی پر جم گئی؛ کیوں کہ شروع سے یہ دھاتیں انسان کو مرغوب رہی ہیں، یہ سڑتی اور گلتی بھی نہیں ہیں، وزن کم ہونے کی وجہ سے ان کا حمل ونقل بھی آسان ہے اور حجم کم ہونے کی وجہ سے ان کی حفاظت بھی دشوار نہیں ہے؛ اس لئے پوری دنیا کے انسانی سماج نے ان کو زر اور ثمن کی حیثیت سے قبول کرلیا، سینکڑوں ہی نہیں، ہزاروں سال سونے چاندی کا اس طریقہ پر استعمال ہوتا رہا اور اسے چیزوں کی قدر متعین کرنے کا پیمانہ تسلیم کرلیا گیا۔ چوں کہ چوروں اور رہزنوں کا نشانہ بھی یہی سونا اور چاندی بنتا تھا، ہر آدمی کے پاس ایسے وسائل مہیا نہیں تھے کہ وہ ان قیمتی دھاتوں اور ان کے سکوں کو محفوظ کر سکے تو ایک نئی صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ سوناروں اور صرافوں کے پاس چوں کہ حفاظت کا پورا انتظام ہوتا تھا؛ اس لئے لوگ ان کے پاس سونا اور چاندی بطور امانت رکھوا دیتے تھے اور یہ اس کی رسید دے دیا کرتے تھے، اسی رسید کی بناء پر بازار میں اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی تھی، آخر اس کا اتنا عموم ہوا کہ اس نے باضابطہ کاغذی نوٹ کی حیثیت حاصل کرلی اور سترہویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلے سویڈن کے اسٹاک ہوم بینک نے ایک کاغذی نوٹ جاری کیا؛ اس وقت ان نوٹوں کا سونے سے پورا پورا تعلق قائم تھا، بینک کو اپنے پاس موجود سونے کے برابر ہی کاغذی نوٹ جاری کرنے کا حق حاصل تھا اور کوئی بھی شخص کاغذی نوٹ کے بدلہ بینک سے اس کے برابر سونا حاصل کرسکتا تھا، پھر یہ قانون نرم ہوتا گیا اور کہا گیا کہ جتنے نوٹ جاری کئے گئے ہیں، اس کا دو تہائی یا نصف یا ایک تہائی یا چوتھائی سونا ہونا کافی ہے، یہاں تک کہ ایک ایسا مرحلہ آیا کہ امریکہ نے اعلان کر دیا کہ اب وہ کرنسی کے بدلہ سونا ادا نہیں کرے گا، اب اگرچہ نوٹ کے پیچھے سونے کی قوت باقی نہیں رہی؛ لیکن اس کو حکومت کی پشت پناہی اور قانون کی طاقت حاصل ہے اور اسی سے دنیا کی ساری چیزوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ کاغذی نوٹ کے اس نظام کے پیچھے معاشی ظلم کارفرما ہے اور اس نے سودی نظام کو بڑی تقویت پہنچائی ہے؛ لیکن جب اس کو قبولیت عامہ حاصل ہوگئی تو علماء نے طے کیا کہ سونا اور چاندی تو خلقی ثمن ہیں؛ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور یہ کاغذی نوٹ ثمن اصطلاحی ہیں، جن کو لوگوں کے اتفاق اور عرف کی وجہ سے ثمن مان لیا گیا ہے؛ روز بروز اشیائے ضرورت میں پیدا ہونے والی گرانی اور روپیوں کی قدر میں ہونے والی کمی کی وجہ سے اب صورت حال یہ ہوگئی کہ معمولی سامان حاصل کرنے کے لئے ڈھیر ساری رقموں کی ضرورت پڑنے لگی اور اتنی ساری رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانا دشوار بھی ہوگیا اور حفاظت کے نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک پر خطر بات ہوگئی؛ اس لئے روپیوں کی جگہ ایسے الیکٹرانک کارڈ جاری کئے گئے، جو کاغذی کرنسی کی نمائندگی کرتے ہیں، جن کو کریڈٹ کارڈ اور ڈیبٹ کارڈ کہا جاتا ہے، حمل ونقل کی سہولت، واجبات کی ادائیگی میں آسانی اور حفاظتی پہلو کی وجہ سے اب یہ کارڈ اس درجہ مقبول ہوگئے ہیں اور ان کا استعمال بڑھتا جارہا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں تو پچاس فیصد سے بھی زیادہ اسی کا استعمال ہے، اور ترقی پذیر ممالک میں بھی تیزی سے اس کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ ان مرحلوں سے گذرتے ہوئے اب کرنسی نے ڈیجیٹل دنیا کا رُخ کیا ہے، جو 'کرپٹو کرنسی' کہلاتی ہے؛ چوں کہ یہ رمزی حروف یا خط کی شکل میں حساب پیش کرتا ہے اور اس کا لیجر جس کو اصطلاح میں بلاک چین (Block) (Chain) کہتے ہیں، بھی رمزی زبان ہی میں لکھا جاتا ہے، اس لئے اس کو کرپٹو کرنسی (Crypto) (Currency) کہتے ہیں، اس کرنسی کا تصور نومبر ۲۰۰۸ء میں ''ستوشی ناکاموتو'' نامی جاپانی شخص نے پیش کیا، اس کا پس منظر وہ مالیاتی بحران تھا، جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا، اس بحران میں ایک کردار کرنسیوں کا بھی تھا کہ حکومتیں اپنی کرنسیوں کو سنبھال نہیں سکیں اور اچانک کرنسیوں کی قدر اتنی گر گئی کہ بظاہر نہ کسی چور نے چوری کی نہ کسی ڈاکو نے ڈاکہ ڈالا؛ لیکن لوگوں کا لاکھوں کا سرمایہ ڈوب گیا اور کئی بینک دیوالیہ ہوگئے، اس صورتِ حال نے کرپٹو کرنسی کے موجد کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ ایک ایسی کرنسی ہونی چاہئے، جو حکومتوں اور بینکوں کی گرفت سے آزاد ہو اور وہ براہِ راست عوام کے کنٹرول میں ہو۔ کہا جاتا ہے کہ کم از کم ساٹھ کرپٹو کرنسیاں انٹرنیٹ پر موجود ہیں، ان ہی میں سے ایک 'بٹ کوئن' ہے، جس کو بہ مقابلہ دوسری کرنسیوں کے زیادہ قبولیت حاصل ہے، ان کرنسیوں کی ایک وجہ کشش یہ بھی ہے کہ یہ حکومتوں کی آنکھ سے پوشیدہ ہیں؛ اس لئے ان پر کوئی ٹیکس نہیں لگتا، بٹ کوئن کے ذریعہ پہلا سودا ۲۳؍مئی ۲۰۱۰ء کو ہوا، جس میں دس ہزار بٹ کوئن دے کر دو پیزے حاصل کئے گئے؛ لیکن اس کی قیمت میں تیز رفتار اضافہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ایک بٹ کوئن کے ذریعہ سینکڑوں پیزے خرید کئے جاسکتے ہیں، عجیب بات ہے کہ جس شخص نے کرپٹو کرنسی کا تصور پیش کیا اور اس کی زبردست تشہیر کی، ۲۰۱۱ء میں وہ اچانک اُفق سے غائب ہوگیا اور آج تک یہ ایک معمہ ہے کہ یہ کون شخص تھا اور اچانک کہاں چلا گیا؟

<u>بٹ کوئن کے سلسلے میں یہ باتیں قابل لحاظ ہیں:</u>

(۱) نہ اس پر حکومت کا کنٹرول ہے نہ کسی بینک کا۔

(۲) محسوس کرنسی کی طرح نہ اس کے سکے ڈھالے جاتے ہیں، نہ اس کے نوٹ چھپتے ہیں، نہ خریدنے اور بیچنے والے کے ہاتھ میں کوئی چیز آتی ہے، صرف اس کا ایک ذہنی وجود ہے جو نیٹ کی دنیا میں پایا جاتا ہے اور پیچیدہ حسابات کے ذریعہ اسے وجود میں لایا جاتا ہے۔

(۳) کاغذی نوٹ کی قدر کے بڑھنے اور گھٹنے کا تعلق کسی نہ کسی درجہ میں اس ملک کے اثاثے اور برآمدات وغیرہ سے ہوتا ہے؛ لیکن بٹ کوئن کی قیمت میں اُتار چڑھاؤ کا اثاثہ اور دولت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، صرف طلب میں اضافہ اور کمی سے ہوتا ہے، ڈیمانڈ بڑھ گئی تو قیمت بڑھ جاتی ہے اور کم ہوگئی تو قیمت گھٹ جاتی ہے۔

(۴) عام طور پر کرنسیوں کی قیمت میں استحکام ہوتا ہے؛ لیکن بٹ کوئن کی قیمت میں غیر معمولی اور تیز رفتار اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے، جیسے ۲۰۱۰ء میں ایک بٹ کوئن کی قیمت ایک ڈالر کے چند سینٹ تھی، پھر ۲۰۱۱ء کے وسط میں تیس ڈالر ہوگئی، پھر اس سال کے ختم تک دو سو ڈالر اور ۲۰۱۳ء میں ۲۶۰ ڈالر ہوگئی؛ لیکن اچانک پھر اس کی قیمت گر کر سو ڈالر پر آگئی ہے؛ چنانچہ جن حضرات نے ۲۶۰ ڈالر میں کوئن خریدا تھا، انھیں غیر معمولی نقصان ہوا، ۲۰۱۶ء میں ایک بٹ کوئن کی قیمت چھ سات سو ڈالر تھی اور دسمبر ۲۰۱۷ء میں ستر ہزار سے اوپر ہوگئی، قیمت کے اس نشیب وفراز کا سبب سوائے طلب کے بڑھنے اور گھٹنے کے کچھ اور نہیں ہے، اور اس طلب کے بڑھنے کے لئے کوئی معقول وجہ بھی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جوئے بازوں کی طرح محنت کے بغیر کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیسے حاصل کرنے کی ہوس نے کبھی طلب بڑھائی ہے اور کبھی گھٹائی ہے۔

(۵) اس کرنسی میں چوری اور گم ہونے کے خطرات بہت زیادہ ہیں، اگر کمپیوٹر ہیک کر کے کسی نے بٹ کوئن اکاؤنٹ کا پاس ورڈ حاصل کرلیا تو چند لمحوں میں لاکھوں روپیوں کی بٹ کوئن چوری ہوسکتی ہے اور ایسے واقعات پیش آبھی چکے ہیں، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کا پاس ورڈ گم ہوجائے، اگر ایسا ہو تو پھر اس کے لئے اس کے پورے سرمایہ کے ڈوب جانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

(۶) اس بات کا بھی بہت اندیشہ ہے کہ اس کو غیر سماجی حرکتوں، دہشت گردانہ کاموں اور مخدرات کے لئے استعمال کیا جائے۔

اس پس منظر میں جب ہم بٹ کوئن کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ایک مضمون نگار کے بقول یہ ایک 'جناتی کرنسی' ہے، نہ اس کرنسی کا کوئی حسی وجود ہے، نہ اس کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام ہے، نہ اس کے پیچھے حکومتوں کی طاقت ہے، اگر کسی کا یہ سرمایہ چور کرلیا جائے یا ضائع ہوجائے تو کسی عدالت سے رُجوع بھی نہیں کیا جاسکتا، کرنسی ایسی چیز ہونی چاہئے جس تک ہر شخص کی رسائی ہوسکتی ہو؛ لیکن بٹ کوئن ایسی چیز نہیں ہے، اس کی ریز گاری اور چھوٹے سکے آسانی سے دستیاب ہونے چاہئیں؛ لیکن بٹ کوئن کے چھوٹے سکے حاصل کرنے کا طریقہ نہایت ہی پیچیدہ اور دشوار تر ہے، جس چیز سے براہِ راست انسان کی ضرورت پوری ہوسکتی ہو، جیسے چاول، دال، گوشت، انڈا، پھل، ترکاری، ان کی قیمت میں اُتار چڑھاؤ فطری نظام کے تحت ہوتا ہے، یعنی جب پیداوار بڑھ جاتی ہے تو طلب کے مقابلے رسد زیادہ ہوجاتی ہے اور قیمت کم ہوجاتی ہے، اور اگر پیداوار کم ہوئی تو رسد کے مقابلہ طلب میں اضافہ ہوجاتا ہے تو قیمت بڑھ جاتی ہے، یہ ایک فطری نظام ہے؛ لیکن بٹ کوئن کی طلب میں اضافہ کے لئے کوئی واضح اور مناسب سبب موجود نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی حد تک جوئے کے مشابہ ہے، جس میں کسی معقول سبب کے بغیر مصنوعی طور پر طلب پیدا کی جاتی ہے اور جیتنے والا اس کا فائدہ اُٹھاتا ہے؛ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ شرعاً اس کو کرنسی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، ہاں اگر کاغذی کرنسی کی طرح عالمی اور ملکی سطح پر اس کو کنٹرول کرنے والے ادارے قائم ہوجائیں، حکومتیں اس کو قبول کرلیں، اس کرنسی کی پیدائش اثاثوں سے مربوط ہو، صرف پیچیدہ حسابات پر مبنی نہ رہے، عام لوگوں کی اس تک رسائی ہوسکتا ہے، تو اس وقت اس بات پر غور کیا جاسکتا ہے کہ کیا یہ بھی کاغذی کرنسی کی طرح عرفی کرنسی کے درجہ میں آگئی ہے؟ اس لئے بہر حال مسلمانوں کو ابھی اس کی طرف لپکنے سے بچنا چاہئے، کہ شرعاً بھی یہ جائز نہیں ہے اور اس میں زبردست معاشی نقصان کا بھی بھرپور خطرہ موجود ہے!

بینکوں کی معیشت سنگین موڑ پر پہنچ گئی ہے!!

کمل مرارکا

ملک میں صنعتوں اور بینکوں کی حالت بہت سنگین ہوگئی ہے، ابھی حالیہ مہینوں میں پنجاب نیشنل بینک نے اعلان کیا کہ ان کے 11 ہزار کروڑ روپے خطرے میں پڑ گئے ہیں۔ یہ پیسے بینک نے ایک کاروباری کو دیئے تھے۔ اب یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ بینک کو اچانک یہ پتہ چلا یا اس دن کوئی ایسی صورت حال پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے ان کو یہ اعلان کرنا پڑا۔ دوسری حالت کا امکان اس لئے زیادہ ہے کیونکہ یہ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ 2011 سے چل رہا ہے۔ یعنی انہیں معلوم ہے، 2011 کا ذکر کرنے کا مطلب ہے کہ چدمبرم نے یہ عمل شروع کیا ہے۔

انتخاب کے بعد آپ اقتدار میں آتے ہیں تو اگر کوئی غلط عمل چل رہا ہے تو اسے بند کر دیجئے۔ سی بی آئی نے جو چارج شیٹ تیار کی ہے، اس میں لکھا ہے کہ 2017-18 میں سارے لیٹر آف انڈرٹیکنگ رینیو ہوئے ہیں۔ یہ صاف ہے کہ بینکوں کے مینجمنٹ میں گھوٹالہ ہوا ہے۔ بھلے ہی یہ یو پی اے کے وقت سے شروع ہوا ہوگا؛ لیکن ابھی تک جاری ہے، جو بینک کے سی ایم ڈی (چیئر مین مینجنگ ڈائریکٹر) ہوتے ہیں، وہ ذمہ دار ہیں۔ پرائیویٹ کمپنیوں میں اگر کوئی گھوٹالہ ہو جائے تو سب سے پہلے مینجنگ ڈائریکٹر کو روانہ کیا جاتا ہے، پبلک سیکٹر میں تو یہ اور بھی ضروری ہے۔

پہلا کام یہ ہونا چاہئے تھا کہ سنیل مہتا جو سی ایم ڈی ہیں، ان سے استعفیٰ مانگنا چاہئے تھا؛ لیکن انہوں نے ایک پریس کانفرنس کی اور ہندی میں کی؛ تاکہ ہندی اخباروں کو اپنے حق میں لے لیا جائے۔

خبریں آرہی ہیں کہ سی بی آئی ان سے ایک ملزم کی طرح نہیں؛ بلکہ ایک گواہ کی طرح سوال پوچھ رہی ہے، اگر ان کی دیکھ ریکھ میں یہ دھاندلی ہوئی ہے تو وہ تو ملزم ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو پاورفل لوگوں کا تحفظ حاصل ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو لوگ نیشنلائزیشن کے خلاف ہیں، انہوں نے بولنا شروع کر دیا ہے کہ ساری بیماری نیشنلائزیشن میں ہے؛ یعنی اس کی شروعات 1969 میں بینکوں کا نیشنلائزیشن کر کے اندرا گاندھی نے کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ پرائیویٹ بینکوں میں این پی اے اور گھوٹالے نہیں ہیں؟ یہ ایک دم غلط ہے، وہاں بھی وہ سبھی بیماریاں ہیں، جو پرائیویٹ بینکوں کی ہیں؛ لیکن بدنامی سے بچنے کے لئے پرائیویٹ بینک اپنا بندوبست کر لیتے ہیں۔

اب اس سوال پر آتے ہیں کہ اقتصادی پالیسی پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ دراصل اس کا بہت سنگین اثر ہوگا، مان لیجئے آج کوئی کاروباری ایک ہزار کروڑ کی صنعت لگانا چاہتا ہے۔ پہلے جو طریقہ تھا اس میں کچھ روپے کیپٹل مارکیٹ سے لاتا تھا اور کچھ بینک دیتے تھے۔

آج کون سا بینک اس کو روپیہ دینے کے لئے تیار ہے؟ کوئی نہیں؟ کیوں کہ جو ترقی کے لے بینک تھے، جیسے آئی ڈی بی آئی، آئی ایف سی آئی، ان کو کمرشیل بینکوں میں کنورٹ کر دیا گیا ہے۔

آج ملک میں کوئی ادارہ نہیں ہے جو نئے صنعتکاروں کو قرض دینے کے لئے تیار ہو تو روپیہ کہاں سے آئے گا؟ ہاں، جو آج کل کا فلیور ہے اس کے حساب سے بیرون ملک سے پیسہ آئے گا؛ یعنی ملک کے جو انٹر پرائزیز اور کامیاب لوگ ہیں، جو انڈسٹری لگا سکتے ہیں، ان کو آپ روپیہ نہیں دیں گے۔

فی الحال جو نیرو مودی کا معاملہ سامنے آیا ہے ان کی تو کوئی انڈسٹری ہی نہیں تھی تو پھر انہیں روپیہ کیوں دیا گیا؟ یہ تو ہیرے کے کاروباری تھے، جس دن یہ معاملہ اجاگر ہوا، اس دن آپ نے کہا کہ ان کے پانچ ہزار کروڑ کی جائیداد ضبط کر لی گئی، ہیرا ایسی چیز ہے، جس کی قیمت طے کرنے میں مہینوں اور سالوں لگتے ہیں، آپ نے ایک دن میں قیمت طے کر کے اس کا اعلان بھی کر دیا، اوپر سے 11 ہزار کروڑ روپے کے قرض کو پانچ ہزار کروڑ روپے کر دیا، نیرو مودی کے وکیل وجے اگروال صاحب ٹی وی پر آ کر کہتے ہیں کہ سی بی آئی نے ان کو نوٹس ہی پانچ ہزار کروڑ روپے کا دیا ہے۔

کل ملا کر دیکھیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم افراتفری کی طرف جا رہے ہیں۔ پنجاب نیشنل بینک نیشنلائزڈ بینک ہے۔ نیشنلائز بینک وزارت خزانہ کے سکریٹری فائننشیل سروسز راجیو کمار کی دیکھ ریکھ میں کام کرتے ہیں۔ وہ وزیر خزانہ اور وزیر اعظم تو نہیں ہیں۔ آپ ذمہ داری جھٹک کیوں رہے ہیں؟ جو کرنا ہے وہ کرتے کیوں نہیں؟ سوال نیرو مودی کے ہندوستان سے بھاگنے اور ان کے پاسپورٹ کا نہیں ہے۔

سوال ہے پہلے سرکاری پیسے کی واپسی کا۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ پہلا پیسہ واپس آنا چاہئے اور دوسرا جو قصوروار ہیں انہیں سزا ہونی چاہئے۔ اس میں بھی ترجیح پیسہ وصولنے کو ملنی چاہئے، یہ غلطی منموہن سنگھ کے وزیر خزانہ رہتے ہرشد مہتا کے وقت ہوئی تھی۔ کسی کو قصوروار ٹھہرانا اور اسے بدنام کرنا الگ بات ہے۔

دراصل یہ معاملہ تو پیسے کا ہے، پی این بی کا جو پیسہ قرض دیا ہے، وہ ڈپازیٹرز کا پیسہ ہے۔ سرکار کا پیسہ نہیں ہے، بینکنگ بھی ایک کاروبار ہے، ڈپازیٹرز سے پیسے لیتے ہیں اور قرض داروں سے اس کا سود لیتے ہیں۔

آج سرکار کی پالیسی؟ اپوزیشن نیرو مودی کو چھوٹا مودی کہے گا اور یہ بھی کہے گا کہ مودی کا انھیں تحفظ حاصل ہے۔ برسر اقتدار پارٹی کہے گی کہ کانگریس کے دور سے ہی یہ سب چل رہا ہے؛ یعنی ملک کی فکر کسی کو نہیں ہے۔ یہ ایک دوسرے پر چھینٹا کشی کرتے رہیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ملک کا پیسہ کیسے ریکور ہو؟ اس کا راستہ نکالا جائے، نیرو مودی کے وکیل یا ان کے لوگوں کے ساتھ بیٹھیے، ان سے کہیے کہ ہمیں نیرو مودی کے بجائے ہمارا پیسہ کیسے واپس آئے، اس میں دلچسپی ہے۔ قانون اپنا کام کرے گا۔

ہرشد مہتا کے معاملے میں بھی یہی ہوا تھا۔ وہاں شیئر تھے تو شیئر ضبط کر کے دھیرے دھیرے ریکور کر لیا گیا، یہاں تو کچھ نہیں ہے آپ کے پاس۔ ہیرے ضبط کرنے سے روپے ضبط ہو جائیں گے، یہ اتنا آسان نہیں ہے۔

صرف امیر اور امریکہ کے ایجنٹ ہی کہہ سکتے ہیں کہ بینکوں کا نیشنلائزیشن کرنا غلط تھا۔ 1969 میں میں 23 سال کا تھا۔ اس سے پہلے بھی میں بزنس سمجھتا اور سنبھالتا تھا۔ کاروباریوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بینک کا مالک کون ہے؟

لیکن جو لوگ بینکوں کے نیشنلائزیشن کے خلاف ہیں، انھیں سرکاری اعداد و شمار دیکھنے چاہئیں کہ 1969 کے بعد کتنے ٹیکسی والے، رکشہ والے اور ٹرک والے اپنے ٹرک، ٹیکسی اور رکشہ کے مالک بن گئے۔ 19 جولائی 1969 کو 14 بینک کا نیشنلائزیشن ہوا تھا، یہ بینک 14 گھرانوں کے ہاتھ میں تھے۔ وہ پیسہ غریبوں کو نہیں دیتے تھے۔ وہ اپنے بھائی بندھو کے صنعتی دھندوں کو دیتے تھے، اندرا جی نے ایک جملہ استعمال کیا تھا۔ ایکسپینشن آف انٹرپریزشپ تو انٹرپریزشپ کی توسیع ہوئی، بعد میں کرپشن ہوا، وہ ہر جگہ ہوتا ہے، اس کی بات میں نہیں کر رہا ہوں، میں پالیسی کی بات کر رہا ہوں، اگر پالیسی تھی کہ اگر ملک میں چھوٹے طبقے تک ڈیولپمنٹ پہنچنا ہے تو روپیہ ان تک پہنچنا چاہیے، قرض بھی پہنچنا چاہیے، مدد بھی پہنچنی چاہیے۔

اب آج ایک دوسرا المیہ شروع ہو گیا ہے، آج جو کامیاب کاروباری ہیں، سرکار ان کے پیچھے لگ گئی ہے۔ ہر ایک کے لیے این سی ایل ٹی کھول دیا ہے، اس میں جا کر ان کی کمپنی کی نیلامی ہو رہی ہے۔ دراصل 1991 سے پہلے جو صورت حال تھی، اس حالت میں جانے کی ضرورت ہے۔

اب میں جو کہہ رہا ہوں، وہ قابل توجہ بات ہے، 1991 سے پہلے این پی اے (نان پرفارمنگ ایسیٹ) لفظ ہندوستانی لغت میں نہیں تھا۔

1991 سے پہلے جو لون دیے جاتے، بینک کے افسر اس کی جانکاری ہر تین مہینے میں لیتے تھے کہ کمپنی کیسے چل رہی ہے؟ بینک کے افسر کمپنی کے بورڈ کی میٹنگ میں بیٹھتے تھے۔ جہاں انھیں لگتا تھا کہ گڑبڑ ہو رہی ہے، تو وہ مالک سے کہتے تھے کہ کوئی راستہ نکالو۔ مالک اپنے اقدام اٹھاتا تھا اور کمپنی دھیرے دھیرے سدھر جاتی تھی، اگر پھر بھی حالت نہیں سدھرتی تھی تو اسے بعد میں دیکھا جاتا تھا کہ کیا کرنا ہے۔

اب این سی ایل ٹی کا پہلا متبادل ہے کہ اسے نیلام کر دو۔ اگر ایک انڈسٹری کی حالت خراب ہے تب تو ساری یونٹ نیلام ہو جائے گی۔

آپ چاہتے ہیں کہ نوکریاں بڑھیں۔ نوکریاں تو تب بڑھیں گی جب صنعتیں لگیں گی، جو صنعتیں ہیں، ان میں ڈیولپمنٹ ہو تب بڑھیں گی، جو بند ہونے کی کگار پر ہیں، انھیں روکیں گے تو بڑھیں گے، جو پالیسی اپنائی جا رہی ہے، اس سے روزگار کے بجائے بے روزگاری بڑھے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ معیشت سنگین موڑ پر پہنچ گئی ہے، جسے لوگ جلد سمجھیں گے۔ این سی ایل ٹی میں بڑی بڑی کمپنیوں کی نیلامی ہو رہی ہے، خریدار ڈھونڈے جا رہے ہیں، نیلامی کے بعد کیا ہوگا؟ مالک بدل جائے گا۔ بینک وہی، کمپنی وہی، ورکر وہی، پروسیجر وہی تو اگر یہ آپ کی پالیسی ہے تو صاف کہہ دیجئے کہ پچاس سال سے جن لوگوں نے محنت کی ہے، ہم ان کو سزا دینا چاہتے ہیں اور نئے لوگوں کو لانا چاہتے ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ وزیر خزانہ کے بیان سے کہ نیشنلائزڈ بینکوں کے پرائیویٹائزیشن کرنے کی ابھی کوئی تجویز نہیں ہے، یہ سن کر مجھے بہت راحت ملی۔

ایک دن ورنہ پتہ چلتا کہ پنجاب نیشنل بینک کو ہی نیرو مودی نے خرید لیا، یہ کھلواڑ نہیں ہے، پودھے کو سینچ کر بڑی مشکل سے کوئی بڑا کرتا ہے، جو ایک آندھی میں ٹوٹ سکتا ہے، اسے روکئے۔ عقل مند لوگ چاہے ورلڈ بینک میں ہوں، چاہے انڈیا میں ہوں، یا جہاں کہیں بھی ہوں، ان کی صلاح لینے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ این سی ایل ٹی کا جو روڈ رولر آپ نے چلا دیا ہے، اس کو روکیے۔

این سی ایل ٹی سے پہلے بی آئی آر ایف تھا، جس کے بارے میں ارون جیٹلی نے کہا، وہ فیل ہو گیا۔ بی آئی آر ایف کا مقصد کمپنیوں کو نئی زندگی دینا تھا، کسی کمپنی کو بچانے کے لیے تھوڑا تیاگ بینک کرے، تھوڑا پروموٹر کرے اور ورکر بھی اس میں شامل ہوں، ہمیں تو ہے، 125 کروڑ لوگ یہاں رہتے ہیں، ہم کو تو اس کو چلانا ہے، یہ ہمارا گلستاں ہے، سرکاریں تو آتی ہیں، جاتی ہیں، یہ سرکار چار سال سے چل رہی ہے، چار سال میں ایک بھی حصولیابی نہیں بتا سکتے ہیں کہ ملک کا ہم نے یہ فائدہ کیا۔

پہلے سے جو اسکیم چل رہی ہے، وہ چل رہی ہے، موجودہ سرکار یہ بات کر رہی تھی کہ ہم ثقافت بدل دیں گے، سیاسی ثقافت بدل دیں گے۔ ویسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

یہ این سی ایل ٹی کیا ہے؟ 2003 میں جب ارون جیٹلی کارپوریٹ منسٹر تھے، تب انھوں نے اسے ڈرافٹ کیا تھا، پھر 2004 سے 2014 تک کانگریس سرکار تھی۔

2013 میں سچن پائلٹ نے بغیر سوچے سمجھے اسے منظور کرایا تھا اور اب پھر ارون جیٹلی اسے یہ لاگو کر رہے ہیں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ بھاری نقصان ہوا ہے اور زیادہ نقصان ہونے جا رہا ہے۔

جہاں تک اقتصادی حالت کا سوال ہے تو سب سے پہلے صنعتوں کی تباہی کو روکئے، جو نوکریاں بچی ہیں، انھیں سنبھالیے۔

ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ اگر کمپنی ٹھیک نہیں چل رہی ہے تو اس میں دو ڈائریکٹر اور بٹھا دیجئے؛ لیکن کل ملا کر ملک کا مفاد کمپنی بند کرنے میں نہیں ہے، نہ نیلام کرنے میں، یہ سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

دنیا بھر میں کوکین اور افیون کی پیداوار ریکارڈ سطح پر پہنچی

عالمی سطح پر کوکین اور افیون جیسی منشیات کی پیداوار ریکارڈ سطح تک پہنچ گئی ہے۔ یہ انکشاف منشیات اور جرائم کی روک تھام کے لیے سرگرم اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یو این او ڈی سی نے منگل کو اپنی سالانہ رپورٹ میں کیا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق افیون کی پیداوار میں ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۷ء کے دوران ۶۵ / فیصد کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا اور اب یہ سالانہ ساڑھے دس ہزار ٹن ہے۔ مجموعی پیداوار میں سے نو ہزار ٹن افغانستان میں بنتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی نشہ آور شے چرس ہے، جسے پچھلے سال ۱۹۲/ ملین افراد نے کم از کم ایک بار استعمال کیا۔ (یو این آئی)

متحدہ عرب امارات نے عالمی عدالت سے قطر کی درخواست مسترد کرنے کی اپیل کی

خلیجی ریاست متحدہ عرب امارات نے عالمی عدالت انصاف سے کہا ہے کہ وہ قطر کی جانب سے دائر اس کے شہریوں سے امتیازی سلوک برتنے پر مبنی الزامات کی درخواست کو خارج کر دے۔ قطر کی جانب سے یہ درخواست رواں برس دائر کی گئی تھی اور عدالت نے جون کے اختتام پر اس کی سماعت مقرر کی تھی۔ عدالت میں اماراتی وکلا نے موقف اختیار کیا ہے کہ قطری درخواست میں جو صورتِ حال بیان کی گئی ہے، وہ مکمل طرح پر حقائق کے منافی اور بے بنیاد ہے۔ (یو این آئی)

ہالینڈ میں اب خواتین نہیں پہن سکیں گی نقاب

ہالینڈ کے ایوان زیریں کے بعد ایوان بالا نے بھی نقاب پر پابندی کا بل منظور کر لیا، جس کے بعد کئی عوامی مقامات پر نقاب پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ بل کی منظوری کے بعد پبلک ٹرانسپورٹ، تعلیمی ادارے، صحت کے ادارے اور اسپتالوں میں نقاب پر پابندی ہوگی۔ دائیں بازو کے لیڈر گیرٹ ولڈرز نے نقاب پر پابندی سے متعلق بل کی منظوری کے بعد ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ملک میں ڈی اسلامائزیشن کی جانب پہلا قدم ہے، اگلا اقدام نیدرلینڈز کی تمام مساجد کو بند کرنا ہوگا۔ واضح رہے کہ بیلجیم، فرانس، ڈنمارک اور اسپین سمیت 13 یورپی ممالک پہلے ہی نقاب پر پابندی لگا چکے ہیں۔ اس سے پہلے سوئٹزرلینڈ میں خواتین کے چہرے کے نقاب پر پابندی کے لیے بل کی معمولی اکثریت سے منظوری دے دی گئی تھی۔ واضح رہے کہ سوئٹزرلینڈ کی تقریباً پانچ فی صد آبادی مسلمان ہے اور ان میں بہت کم خواتین مکمل نقاب یا برقع اوڑھتی ہیں۔ یہ بل دائیں بازو کے سیاست دان والٹر ووبمین نے پیش کیا تھا۔ یہ وہی لیڈر ہیں جنھوں نے ۲۰۰۹ء میں سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے نئے میناروں کی تعمیر پر پابندی کے لیے کامیابی سے مہم چلائی تھی۔ (قومی آواز)

ملیشیا میں مسجد کے سامنے رقص کرتی سیاح خواتین کا ویڈیو وائرل، سیاحوں پر پابندی

ملیشیا میں سوشل میڈیا پر دو خواتین کی مسجد کی عمارت کے سامنے ناچنے والی ویڈیو کے سامنے آنے کے بعد اس مسجد میں سیاحوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ اس ویڈیو میں دو خواتین کو گھٹنے سے اوپر لباس پہنے ہوئے اور کھلے پیٹ کے ساتھ ملیشیا کے جزیرے بورنیو میں قائم ''ٹاکنا بالو مسجد'' کے سامنے ناچتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ حکومت ان دونوں خواتین کی شناخت کے لیے کارروائی کر رہی ہے، کہا گیا ہے کہ وہ دونوں غیر ملکی تھیں اور ان کا تعلق مشرق بعید کے ممالک سے ہے۔ فیس بک پر اس ویڈیو کو اب تک 270000 بار دیکھا جا چکا ہے۔ ملیشیا کی ریاست صباح میں وزارت سیاحت کی جانب سے کہا گیا ہے کہ ''اس ویڈیو سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عبادت گزاروں کی تضحیک کی گئی ہے اور مقامی مہمان داری کا مذاق اڑایا گیا ہے۔'' اتوار کو مسجد کے چیرمین نے کہا کہ عوامی ٹرانسپورٹ کو سیاحوں کو مسجد کی عمارت تک لانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، انہوں نے مزید کہا کہ سیاحوں کو لانے والی کمپنیوں سے بھی گفتگو کی جائے گی تاکہ مستقبل میں ایسے واقعات نہ پیش آئیں۔ ملیشیا میں غیر ملکیوں کو عام طور پر مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ مذہبی مقامات اور مساجد جاتے ہوئے سادہ لباس پہنیں۔ (قومی آواز)

انسانی اسمگلنگ کے معاملہ میں میانمار بدترین ممالک میں شامل

امریکہ نے میانمار کو انسانی اسمگلنگ کرنے والے بدترین ممالک کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کی اس واچ لسٹ میں تاہم پاکستان کی درجہ بندی بہتر ہوئی ہے۔ واشنگٹن حکومت نے میانمار کو انسانی اسمگلنگ کے حوالے سے بدترین ممالک میں شامل کرتے ہوئے اس پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ وہ کم عمر بچوں کو بطور فوجی استعمال کر رہا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کی مرتب کردہ اس فہرست میں گبون، لاؤس، پاپوانیوگنی اور بولیویا بھی شامل ہیں جن کے نام ۲۰۱۸ء کے لیے بنائی گئی اس فہرست میں درجہ دوم سے درجہ سوم میں ڈال دیے گئے ہیں۔ تھائی لینڈ اور پاکستان کو گزشتہ برس کے مقابلے میں ایک درجہ اوپر جگہ دی گئی ہے جبکہ شمالی کوریا، روس اور چین اب بھی انسانی اسمگلنگ کے حوالے سے بدترین ممالک کی درجہ بندی میں شامل ہیں۔ امریکی محکمہ خارجہ کی اس رپورٹ میں انسانی اسمگلنگ کے تناظر میں ایک سو ستاسی ممالک کا جائزہ لیا گیا ہے اور تین مختلف اسٹیجز میں درجہ بندی کی گئی ہے۔ درجہ اوّل کو بہترین اور درجہ سوم کو بدترین درجات کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔ رپورٹ میں انسانی اسمگلنگ کے واقعات کی تحقیقات، عدالتی کارروائی اور جرم ثابت ہونے پر سزا دینے میں ناکامی کی وجہ سے بولیویا کو تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ دوسری جانب سوڈان کو تیسرے یعنی بدترین درجے سے نکال کر دوسرے درجے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ درجہ تین میں شامل ممالک پر امریکی پابندیاں عائد ہو سکتی ہیں اور اُن کی عالمی امداد بھی روکی جا سکتی ہے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

بزنس، روزگار و کیریئر

بہار بورڈ پر پھر سوالیہ نشان، کئی بے ضابطگیوں کا انکشاف

بہار بورڈ کے انٹرمیڈیٹ اور میٹرک کے ریزلٹس کا اعلان ہو چکا ہے، اس سال انٹر اور میٹرک دونوں میں طالبات نے بازی ماری ہے اور ٹاپ پوزیشن حاصل کرنے والوں کی فہرست میں طالبات کی کثرت ہے ٹاپ کرنے والی اکثر طالبات کا تعلق سمولتلا رہائشی اسکول جموئی سے ہے۔ اس سال حکومت نے ریزلٹ کو تنازعات سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کئی سال سے لگاتار تنازعہ میں رہنے والا بہار بورڈ اس سال بھی سوالات کے گھیرے میں آ ہی گیا ہے۔ کئی طلبا کو مجموعی نمبر سے زائد نمبر دیئے گئے، تو کئی کو بغیر امتحان دیئے پاس دکھایا گیا ہے۔ ریزلٹ سے کچھ ہی دنوں پہلے گوپال گنج کے ایک اسکول کے اسٹرانگ روم سے بیالیس ہزار کاپیوں کی چوری کا معاملہ بھی سامنے آیا، جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اسکول کے چپراسی نے ان کاپیوں کو کباڑی کے ہاتھوں آٹھ روپئے کیلو کے حساب سے فروخت کر دیا تھا، حکومت کا دعویٰ ہے کہ کاپیاں برآمد کر لی گئی ہیں، لیکن کاپیوں کی برآمدگی کے فوراً بعد میٹرک کے ریزلٹ کا اعلان شک پیدا کرتا ہے کہ ان بیالیس ہزار کاپیوں پر نمبرات کس طرح دیے گئے۔ کیا ریزلٹ پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا؟

گزشتہ دو سال کے امتحانات میں ٹاپر کے حوالے سے سرخیوں میں رہنے والا بہار بورڈ اس سال بھی سرخیوں میں ہے۔ ریزلٹ میں کئی طرح کی بے ضابطگیاں سامنے آ رہی ہیں جن کی وجہ سے طلبہ بھی پریشان ہیں۔ کئی طلبہ کو مجموعی نمبر سے زائد نمبر دیئے گئے، تو کئی طلبہ کو ایسے امتحان میں بھی نمبر دیئے گئے ہیں جن کا امتحان ان بچوں نے نہیں دیا ہے۔ ٹائمس آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق اروَل ضلع کے رہائشی بھیم کمار کو میتھس کے پرچہ میں 35 میں سے 38 نمبر حاصل ہوئے ہیں۔ جبکہ میتھس کے ہی آبجیکٹیو سوالات والے پرچہ میں 35 میں سے 37 نمبر دیئے گئے ہیں۔ اروَل کے بھیم کمار کی طرح مغربی چمپارن کے سندیپ راج کو بھی اسی طرح کے نمبر ملے ہیں۔ سندیپ راج کو تھیوری پیپر میں 35 میں سے 38 نمبر حاصل ہوئے ہیں۔ جبکہ انگریزی اور ہندی کے پرچوں میں انہیں صفر دے دیا گیا ہے۔ اسی طرح دربھنگہ کے راہل کمار کو میتھس کے پیپر میں 35 میں سے 40 نمبر دیئے گئے ہیں۔ بہار بورڈ کا کارنامہ اتنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ کئی طلبہ تو ایسے ہیں جن کا دعوی ہے کہ انہیں ایسے موضوعات میں نمبر دیئے گئے ہیں جن کا امتحان انہوں نے دیا ہی نہیں۔ مثلاً ویشالی کی جہانوی سنگھ کو بایولوجی کے پیپر میں 18 نمبر حاصل ہوئے ہیں جبکہ ان کا دعوی ہے کہ انہوں نے بایولوجی کا پیپر دیا ہی نہیں۔ اسی طرح کا معاملہ پٹنہ کے ستیہ کمار کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ بہار بورڈ نے حال ہی میں 12 ویں کلاس کے نتائج جاری کئے ہیں۔ اس بار کی ٹاپر کلپنا کماری ہیں۔ گزشتہ دو بار کے ٹاپروں پر تنازعہ ہونے کے بعد اس بار بھی ٹاپر پر سوال اٹھائے گئے لیکن اس بار تنازعہ صرف ان کی حاضری کو لے کر کیا گیا۔ سال 2016 میں ٹاپر روبی رائے کی وجہ سے بہار بورڈ کا کافی مذاق اڑایا گیا تھا۔ ویشالی ضلع کی رہائشی روبی رائے نے آرٹ اسٹریم میں ٹاپ کیا تھا اور جب میڈیا والوں نے ان سے بات کی تو وہ اپنے سبجیکٹ پالیٹیکل سائنس کا نام بھی ٹھیک طرح سے نہیں لے پائیں تھیں۔ سال 2017 میں سمستی پور ضلع کے گنیش کمار کو امتحانات میں ٹاپ قرار دیا گیا۔ ٹاپر گنیش کمار نے موسیقی سبجیکٹ کے ساتھ ٹاپ کیا تھا لیکن جب ان سے موسیقی کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ ٹھیک سے جواب نہیں دے پائے۔

مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ

امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505

داخلہ نوٹس

بہار سرکار .Health Deptt سے Permament منظور شدہ Diploma in Pathology (DMLT) دو سالہ اور Diploma in Physiotherapy (DPT) تین سالہ کورس میں داخلہ کیلئے مجوزہ فارم میں درخواستیں مطلوب ہیں، داخلہ فارم ادارہ سے حاصل کر کے جمع کرنے اور Direct داخلہ لیا جا رہا ہے اور پاٹلی پترا یونیورسٹی سے ڈگری کورس کے منظوری آگے 2018 کے لئے Process جاری ہے۔ اس سے پہلے 2013-2017 تک مگدھ یونیورسٹی سے ڈگری کورس منظور شدہ تھا۔

(Degree in Pathology) تین سالہ اور (Degree in Physiotherapy) چار سالہ اور ڈپلومہ فیزیوتھراپی اور پیتھولوجی میں پاس طلبہ کو ڈگری کرنے کے لئے ایک سالہ (Abridge Course) میں داخلہ کیلئے مجوزہ فارم میں درخواستیں مطلوب ہیں، داخلہ فارم ادارہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ داخلہ فارم 25 جون 2018 سے دستیاب ہے۔ داخلہ کیلئے انٹرمیڈیٹ کا مارکس شیٹ، CLC اور Migration جمع کرنا ضروری ہے۔ فارم کی قیمت مبلغ -/700 روپیہ ہے۔ ڈاک سے فارم منگوانے پر -/750 روپیہ ادا کرنا ہوگا۔

تعلیمی لیاقت کم سے کم I.Sc (Physics,Chemistry,Biology&English) ہونا ضروری ہے۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

فون نمبر: 8873771070,9334338123,9939899930

(سہیل احمد ندوی)
سکریٹری

(سید نثار احمد)
ایڈمینسٹریٹر

صورت بدلنے سے کتنی بدلے گی اعلیٰ تعلیم ؟؟؟

ہری ونش چترویدی (روزنامہ ہندوستان ۲۹؍جون ۲۰۱۸ء)

ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (یو جی سی) کے مستقبل کے بارے میں ایک مدت سے چلی آ رہی گومگو کی کیفیت کا اب خاتمہ ہونے والا ہے، کیوں کہ وزارت برائے فروغ انسانی وسائل حکومت ہند نے یو جی سی کو تحلیل کر کے اس کی جگہ ہائر ایجوکیشنل کمیشن آف انڈیا (ایچ ای سی آئی) بنانے کے لیے ایک ڈرافٹ ایکٹ کا مسودہ جاری کیا ہے، اوراس پر ۷؍جولائی ۲۰۱۸ء تک ماہرین تعلیم، دانشوروں، سیاسی پارٹیوں اور عام لوگوں سے مشورہ طلب کیا ہے۔

وزیر برائے فروغ انسانی وسائل پرکاش جاویڈکر کا کہنا ہے کہ ”ڈرافٹ ایکٹ پارلیامنٹ کے مانسون سیشن میں پیش کیا جائے گا اور یو جی سی کو تحلیل کر کے ایچ سی آئی بنانے کا فیصلہ مودی حکومت کی ”کم سے کم حکومت زیادہ سے زیادہ انتظام“ (Minimum government maximum governance) کی فکر پر مبنی ہے۔“ وزارت کے مطابق اس نئے کمیشن کو یونیورسٹیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے دی جانے والی گرانٹ جاری کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، مگر اعلیٰ تعلیم کے ضابطوں میں شفافیت کو بڑھا کر انسپکٹر راج کو ختم کیا جائے گا۔ مجوزہ ایچ سی آئی کے ڈرافٹ ایکٹ میں اعلیٰ تعلیم کے معیار میں اصلاح کی ذمہ داری نئی ریگولیٹر ایجنسی کے سپرد کی گئی ہے۔ ایچ سی آئی کو خراب معیار والے وفرضی تعلیمی اداروں کو بند کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔ کمیشن نئے ادارے کھولنے اور بند کرنے کا معیار بھی طے کرے گا۔ ڈرافٹ ایکٹ میں کمیشن کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے اداروں کے سی ای او اور مینجمنٹ کو تین سال کی سزا دینے کا بھی ضابطہ موجود ہے۔

ایچ ای سی آئی کے ڈرافٹ ایکٹ پر ماہرین تعلیم اور دانشوروں کی طرف سے سوال اٹھایا جانا فطری ہے۔ کیا نئی ریگولیٹر ایجنسی مودی سرکار کے نعرے ”کم سے کم حکومت زیادہ سے زیادہ انتظام“ (Minimum government maximum governance) کو پورا کر پائے گی؟ غلطیاں کرنے والے اداروں کو سزا دینے اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کے اختیار سے کیا ایک نئے طرح کے انسپکٹر راج کی واپسی نہیں ہوگی؟ ابھی تک تو یو جی سی کے پاس اچھے معیار والی یونیورسٹیوں اور کالجوں کو زیادہ مالی تعاون دے کر حوصلہ افزائی کرنے کا اختیار تھا۔ ڈرافٹ ایکٹ میں یہ اختیار اب وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کے پاس چلے جانے سے کیا یو جی سی محض ”قاسم العلوم“ بن کر نہیں رہ جائے گی؟ یو جی سی کے تین سو پچاس سے زیادہ کارکنان و عہدے داران کی خدمات نئی ریگولیٹر ایجنسی میں ان کی موجودہ شرائط پر جاری رہیں گی؟ کیا صرف ایجنسی کا نام بدل دینے سے اس کا طریقۂ کار بھی بدل جائے گا؟

گذشتہ ایک دہائی سے یو جی سی بہت سے تنازعات اور تنقیدات کے گھیرے میں رہی ہے، اس کا قیام ۱۹۵۶ء میں ہوا تھا اور اس کا بنیادی مقصد یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے معیار کی تعیین اور ملکی سطح پر اس کا انتظام وانصرام کرنا تھا۔ ہندوستان کی پارلیمانی جمہوریت اور یو جی سی جیسی ریگولیٹر ایجنسیوں کے قیام کا تخیل ہمارے جن آئین سازوں کے ذریعہ کی گئی وہ برطانیہ کے ویسٹ منسٹر ماڈل اور اس کے اداراتی ڈھانچے وطریقۂ کار سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ یو جی سی کے تخیل کی بنیاد برٹش یو جی سی پر رکھی گئی تھی جو ۱۹۱۹ء میں وزارت خزانہ کے ماتحت تھی، اور اس کا بنیادی کام یونیورسٹیوں اور کالجوں کو مالی تعاون کرنا تھا، ۱۹۹۸ء میں برطانیہ نے اپنے یہاں سے یو جی سی کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ پر نئی ریگولیٹر ایجنسیاں قائم کر لیں جن کا نام ہائر ایجوکیشن فنڈنگ کاؤنسل اور کوالٹی انشورنس ایجنسی ہے۔

۱۹۱۹ء میں یو جی سی کے قیام کے وقت اس کے ماتحت بمشکل ۲۰؍ یونیورسٹیاں، ۵۰۰؍ کالج، ۱۵۰۰۰؍ اساتذہ اور تقریباً دو لاکھ طلبہ تھے۔ یو جی سی اور اس کا باسٹھ سالہ پرانا ڈھانچہ اکیسویں صدی کے ہندوستان کی اعلیٰ تعلیم کی ضرورتوں کا سامنا نہیں کر پا رہا ہے۔ ابھی اٹھارہ سے چوبیس سال کے بمشکل پچیس فیصد نوجوان ہی ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلہ لے پاتے ہیں، اگر ہم جی ای آر کو پچاس فیصد کر پانے کا تصور کریں تو آنے والی دہائیوں میں چار کروڑ سے زیادہ مزید نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام کرنا ہوگا، کیا مجوزہ ایچ ای سی آئی اس ٹارگیٹ کو پورا کر پائے گی؟ یو جی سی کے بارے میں ایک تضاد یہ ہے کہ اس کا تنظیمی ڈھانچہ سرکاری یونیورسٹیوں اور کالجوں کو مالی تعاون دینے کے لیے بنایا گیا تھا، لیکن موجودہ حالات میں اس کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ ۸۹۵ یونیورسٹیوں اور ۴۲۳۳۸؍ کالجوں میں تین کروڑ ہندوستانی نوجوانوں کو دی جارہی اعلیٰ تعلیم کا اسٹینڈرڈ اور کوالٹی کیسے یقینی بنائے؟

ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم میں اصلاحات کے بارے میں گفتگو کا ایک مرکزی نقطہ رہا ہے ”ریگولیٹر ایجنسیوں کی کثرت سے پیدا ہونے والی مشکلات“ مرکزی تعلیمی پالیسی ۱۹۸۶ء اور اس پر عمل درآمد کے آؤٹ لائن (۱۹۸۶ء اور ۱۹۹۲ء) میں ایک سنٹرل ہائر ایجوکیشن کاؤنسل بنانے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ ایک دہائی تک یہ سفارش ٹھنڈے بستے میں پڑی رہی، سیم پتروڈا کی صدارت میں تشکیل شدہ قومی تعلیمی کمیشن (national Knowledge Commission) نے ۲۰۰۷ء میں پھر سے اس مسئلہ کو اٹھایا اور ہائر ایجوکیشن کے لیے ایک خود مختار ریگولیٹر ایجنسی بنانیکا مشورہ دیا۔ پروفیسر یش پال کمیٹی نے بھی ۲۰۰۹ء میں اپنی رپورٹ میں ایک درجن ریگولیٹر ایجنسیوں کو تحلیل کر کے اعلیٰ تعلیم وتحقیق کے لیے سنٹرل کمیشن بنانے کی رائے دی تھی، یو جی سی کی جگہ ایک مؤثر ریگولیٹر ایجنسی بنانے کی بحث تقریباً تیس سالوں سے چلی آ رہی ہے۔

۲۰۱۹ء کے جنرل الیکشن کے پہلے یو جی سی کی جگہ پر ایچ ای سی آئی کی تشکیل کا فیصلہ موجودہ این ڈی اے سرکار کے لیے سیاسی نقطۂ نظر سے فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ لگتا ہے کہ یہ ڈرافٹ ایکٹ پارلیامنٹ کے مانسون سیشن میں پاس بھی ہو جائے گا۔ لیکن ہمارے یہاں اعلیٰ تعلیم کے مسائل بہت گہرے اور پیچیدہ ہیں، جن کے حل کے لیے سیاسی قوت ارادی اور طویل مدتی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے مواقع یقینی طور پر بڑھے ہیں لیکن اچھے معیار والی تعلیم محض بیس سے پچیس فیصد نوجوانوں کو ہی حاصل ہو پاتی ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے زیادہ تر مسائل مالی وسائل کی کمی اور اعلیٰ تعلیم کے اداروں کو مکمل خود مختاری نہ ملنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ابھی بھی اعلیٰ تعلیم پر کیا جانے والا سرکاری خرچ کل قومی آمدنی کے ڈیڑھ فیصد سے بھی کم رہتا ہے۔

ایک اور بڑا مسئلہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ انتظامیہ (upper management) میں سیاسی دخل اندازی بھی ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی حالت کسی پرانے بوسیدہ ومخدوش مندر کے جیسی ہے، جس کی حالت میں سدھار از سر نو تعمیر سے ہی ہوسکتا ہے، محض دیواروں پر رنگ وروغن کرانے اور گنبد اور میناروں پر لگے جھنڈوں کو بدل دینے سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں دلت ریزرویشن کا مسئلہ

فیضان مصطفیٰ (انڈین ایکسپریس ۲۷؍جون ۲۰۱۸ء)

ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

ہندستانی آئین میں درج فہرست ذات ودرج فہرست قبائل کو سہولت دینے کے لیے خصوصی ضابطے موجود ہیں، لیکن ہندوتو کے حامی ہندوستانی آئین کے اس ضابطہ اور اس کے سیکولر قدروں کے ہمیشہ سے مخالف رہے ہیں، اور وہ ایس سی ایس ٹی کو ریزرویشن دینے کے حق میں نہیں ہیں، ۲۰۱۵ء میں بہار میں اسمبلی الیکشن کے زمانے میں آر ایس ایس کے چیف موہن بھاگوت نے آواز اٹھائی تھی کہ ریزرویشن پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، لیکن ذات پات کی سیاست کے لیے مشہور بہار کے انتخاب میں شکست کھا جانے کے خوف سے بی جے پی نے آناً فاناً اس بیان سے کنارہ کشی اختیار کی اور اس کو موہن بھاگوت کی ذاتی رائے قرار دی۔

یو پی میں ضمنی الیکشن میں شکست کے بعد یو پی کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے دلت مسلم اتحاد کو توڑنے کے لیے یہ شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں بھی دلتوں کو ریزرویشن ملنا چاہئے۔ جہاں تک مودی حکومت کا سوال ہے، اس نے اب تک دلتوں کے حقوق کی بازیابی کے سلسلہ میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں کی ہے۔ یہاں تک کے انہوں نے الہ آباد ہائی کورٹ کے ذریعہ وویک تواری کیس (۲۰۱۷ء) میں یونیورسٹیوں میں دلت ریزرویشن کے تعلق سے دیے گئے متنازع فیصلہ کو واپس لینے کے تعلق سے بھی کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔ جن ریاستوں میں بی جے پی کی حکومت ہے وہاں دلتوں کی حالت بہت ہی زیادہ خستہ ہے اس لیے یہ ماننا بہت مشکل ہے کہ یوگی آدتیہ ناتھ واقعی دلتوں کے مفاد کے پیش نظر دلت ریزرویشن کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ دلتوں کے استحصال کی سب سے زیادہ تعداد گجرات میں پائی جاتی ہے، دلتوں کے ریزرویشن کے تعلق سے گجرات کا ریکارڈ بہت ہی خراب ہے اور قومی اوسط سے چھ گنا کم ریزرویشن وہاں دلتوں کو حاصل ہے، جب کہ ایک مدت سے وہاں بی جے پی کی حکومت موجود ہے۔ حکومت کی پالیسی کے مطابق سرکاری یونیورسٹیوں میں شیڈول کاسٹ کے لیے ۱۵؍ فیصد اور شیڈول ٹرائب کے لیے ساڑھے سات فیصد ریزرویشن کا ضابطہ موجود ہے، لیکن آج حالت یہ ہے کہ سو میں سے صرف سات ہی اساتذہ درج فہرست طبقات میں سے سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں موجود ہیں، ۲۰۱۶ء میں چودہ لاکھ سرکاری اساتذہ میں سے محض ایک لاکھ دو ہزار یعنی ۲۲ء۷ فیصد دلت اساتذہ تھے۔ درج فہرست قبائل کے تو صرف تیس ہزار یعنی ۱۲ء۲ فیصد ہی اساتذہ سرکاری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں کام کر رہے ہیں۔ اگر یوگی آدتیہ ناتھ واقعی دلتوں کے مفاد کے تئیں فکر مند ہوتے تو فوری طور پر وہ حکم دیتے کہ ان کی حکومت کے زیر انتظام جتنے بھی کال اور یونیورسٹیاں ہیں ان میں دلتوں کے خالی عہدوں کو جلد از جلد پر کیا جائے۔ علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ تو سنٹرل یونیورسٹیاں ہیں ان کا انتظام وانصرام تو مرکزی حکومت کے ذمہ ہے، لیکن بنارس ہندو یونیورسٹی تو یو پی حکومت کے زیر انتظام ہے اور بتاتے چلیں کہ بی ایچ یو کا ریزروڈ کو پر کرنے کے سلسلہ میں بہت ہی خراب ریکارڈ ہے۔

وزیر اعلیٰ آدتیہ ناتھ کو پتہ ہونا چاہئے کہ اقلیتی اداروں کو آئین میں ریزرویشن سے استثنیٰ حاصل ہے، دلت ریزرویشن کا شوشہ انہوں نے صرف اعلیٰ طبقات کے ہندوؤں کو پولرائز کرنے کے لیے چھوڑا ہے۔ لیکن شاید ان کو یہ نہیں پتہ کہ ان کا یہ شوشہ اپر کاسٹ ہندوؤں کے مفاد کو نقصان پہونچا سکتا ہے، جو کہ جنرل سیٹوں کا ایک بڑا حصہ ان یونیورسٹیوں میں دبائے بیٹھے ہیں۔

آئین کی دفعہ ۳۰؍ اجازت دیتی ہے کہ مذہبی اور لسانی اقلیتیں اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرسکتی ہیں اور ان کو چلا سکتی ہیں، چونکہ اقلیت کی تعریف ریاستی سطح پر کی گئی ہے، اس لیے یوگی آدتیہ ناتھ کو جاننا چاہئے کہ کئی ریاستوں میں ہندو بھی لسانی اقلیت کے زمرے میں آتے ہیں اور آئین کی اسی دفعہ ۳۰ کے تحت یو پی کے ہندوؤں کو تمل ناڈو ہندی میڈیم کے ادارے کھولنے کا حق حاصل ہے۔ بلکہ بعض ریاستوں میں تو ہندو مذہبی اقلیت بھی ہیں۔ اسی طرح آئین کی دفعہ ۱۵(۵) کہتی ہے کہ آئین کی دفعہ ۳۰؍ کے تحت قائم ہونے والے اقلیتی ادارے آئین میں موجود ریزرویشن کے دائرے سے باہر رہیں گے۔ آئین میں یہ ترمیم ۲۰۰۵ء میں ۹۳ ویں ترمیم کے طور پر شامل کی گئی تھی، جس کی بی جے پی نے مخالفت نہیں کی تھی۔ اس وقت لوک سبھا میں ۳۸۱؍ ممبران پارلیامنٹ موجود تھے جس میں سے ۳۷۹؍ ممبران نے اس ترمیم کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ مائنورٹی انسٹی ٹیوشن سے ریزرویشن کے استثنیٰ کو ختم کرنے والی ترمیم جو کہ بی جے پی کے وجے کمار ملہوترا کے ذریعہ پیش کی گئی تھی اس کو صرف ۱۱۰؍ ووٹ حاصل ہوئے تھے جب کہ ۲۷۲؍ ممبران نے اس کے خلاف ووٹ کیا تھا۔ ۲۰۰۸ء میں اشوک ٹھاکر کے کیس میں سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کی بنچ نے آئین میں کی گئی مذکورہ ترمیم کو برقرار رکھا تھا۔ کورٹ نے کہا تھا کہ اقلیتی اداروں کو ریزرویشن سے مستثنیٰ رکھا جانا آئینی طور پر جائز ہے، کیوں کہ یہ ادارے اقلیتوں کے ذریعہ ان کی خاص ضرورتوں کے پیش نظر قائم کیے گئے ہیں۔ اور اس میں ریزرویشن کا نہ ہونا مساوات کے خلاف نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے اقلیتوں کے حقوق کو آئین کے بنیادی ڈھانچہ کا حصہ قرار دیا ہے، اسی لیے ان حقوق کو آئین کے اندر ترمیم کے ذریعہ بھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اگر یوگی آدتیہ ناتھ کو حقیقتاً دلتوں کی فکر ہے تو وہ بی جے پی کو مجبور کریں کہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں دلتوں کو ریزرویشن دے اور ان کی نمائندگی بڑھائے۔

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

نقباءامارت شرعیہ تنظیم امارت شرعیہ کی روح ہیں: حضرت امیر شریعت

’’نقباء امارت شرعیہ تنظیم امارت کی روح ہیں، تنظیم کی فعالیت اور اس کے استحکام کے لیے نقباء کو فعال و متحرک رکھنا ضروری ہے، نقباء حضرات جس قدر متحرک ہوں گے، تنظیم اتنی ہی زیادہ مستحکم اور مفید ہوگی۔‘‘ یہ باتیں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے ۱۳؍شوال کو دفتر امارت شرعیہ آمد کے موقع پر ذمہ داران و کارنان امارت شرعیہ کی ایک خصوصی نشست میں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ نقباء کو متحرک رکھنے کے لیے ان سے مسلسل رابطہ رکھا جائے اور ان کے لیے خصوصی تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا جائے، اس کے لیے ضلعی سطح پر نقباء و نائبین کا خصوصی تربیتی اجتماع رکھنا مفید ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ اس اجتماع میں ضلعی ارکان شوریٰ و ارباب حل و عقد کو بھی شریک کیا جائے، لیکن اجتماع کو خصوصی رکھا جائے، عمومی نہ بنایا جائے، اس اجتماع میں نقباء اور نائبین کو ان کی ذمہ داریاں اچھے طور پر سمجھائی جائیں، موجودہ حالات میں تنظیمی قوت کی اہمیت بتائی جائے اور انہیں کچھ عملی ذمہ داریاں بھی دی جائیں۔ ان سے سہ ماہی کارکردگی رپورٹ بھی طلب کی جائے، اس طرح مرکزی دفتر سے نقباء کا رابطہ مضبوط ہوگا، اور امارت شرعیہ کے پیغام اور اس کے کاموں کو دور دور تک بآسانی پہونچایا جاسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ شعبۂ تنظیم امارت شرعیہ کا بنیادی شعبہ ہے، یہی وہ کڑی ہے جو امارت شرعیہ کو گاؤں گاؤں اور شہر شہر سے جوڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا نے مزید ضروری ہدایات بھی دیں جن پر کام شروع کیا جارہا ہے۔ اپنی اس آمد کے موقع پر حضرت مدظلہ نے شعبۂ جات امارت شرعیہ کے حالات کا جائزہ بھی لیا اور مختلف شعبوں کے لیے ضروری ہدایات بھی جاری کیں، بحمداللہ امارت شرعیہ کے ذمہ داران و کارکنان حضرت والا کی سربراہی میں بلند حوصلگی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔

المعہد العالی اور دار العلوم الاسلامیہ میں جدید داخلہ کی کارروائی مکمل

امارت شرعیہ اور اس کے تمام ذیلی اداروں میں عید الفطر اور رمضان کی تعطیل ختم ہوچکی ہے اور معمول کے کام شروع ہوچکے ہیں، امارت شرعیہ کے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی ادارے المعہد العالی للتدریب فی الافتاء والقضاء اور دار العلوم الاسلامیہ میں جدید داخلہ کی کارروائی جاری ہے، داخلہ امتحان ہورہے ہیں، امتحان کے بعد جلد ہی نتائج شائع کیے جائیں گے اور کامیاب طلبہ کا داخلہ ہوگا۔ واضح ہو کہ المعہد العالی للتدریب فی الافتاء والقضاء امارت شرعیہ کے تحت چلنے والا ایک منفرد اور معروف ادارہ ہے، جہاں ملک و بیرون ملک کے فضلائے مدارس کو افتاء و قضاء کی تعلیم دی جاتی ہے، ساتھ ہی قضاء کی عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے، ہر سال پچیس طلبہ کا داخلہ ہوتا ہے، یہ دو سال کا کورس ہے، یعنی سال اول اور دوم ملا کر ہر سال پچاس طلبہ یہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں، جن کے طعام و قیام کا انتظام ادارہ کی جانب سے مفت کیا جاتا ہے، ساتھ ہی طلبہ کو ماہانہ نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ داخلہ انٹرنس اگزام کے ذریعہ میرٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اب تک سیکڑوں فضلائے مدارس یہاں سے افتاء و قضاء کی تربیت حاصل کر کے ملک و بیرون ملک کے اہم اداروں میں منصب افتاء و قضاء پر فائز ہیں، نیز بہت سے طلبہ دیگر میدانوں مثلاً امامت و خطابت، درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی بھی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ افتاء و قضاء کے علاوہ سال گذشتہ سے ایک نیا شعبہ دعوت کا قائم کیا گیا ہے، جس میں دس فضلاء مدارس کا داخلہ لے کر انہیں دعوت دین کی عملی تربیت دی جاتی ہے، تاکہ وہ برادران وطن کے درمیان اسلام کی حقانیت کو واضح کرسکیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دے سکیں۔ دار العلوم الاسلامیہ رضا نگر، گون پورہ، پھلواری شریف، پٹنہ امارت شرعیہ کی زیر نگرانی چلنے والا صوبہ بہار کا مشہور و معروف اور معیاری ادارہ ہے۔ یہاں حفظ قرآن کریم مع تجوید کے ساتھ ساتھ ابتدائی درجات سے لے کر دورۂ حدیث تک کی معیاری تعلیم ہوتی ہے۔ چار سو سے زیادہ بیرونی طلبہ ہر سال یہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں، جن کے طعام و قیام اور علاج و معالجہ کا جملہ انتظام مدرسہ کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ داخلہ کے لیے تحریری و تقریری دونوں شکل میں داخلہ امتحان لیا جاتا ہے، امتحان میں کامیابی کی صورت میں داخلہ ہوتا ہے۔ اس سال بھی صوبہ بہار، جھارکھنڈ، اڈیشہ کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں سے طلبہ داخلہ امتحان میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ داخلہ کا کام ۱۲؍۱۳؍شوال کو پورا ہوچکا ہے، تقریباً دو سو طلبہ کے جدید داخلے ہوئے ہیں، اس طرح اس سال پانچ سو طلبہ کے قیام و طعام کا نظم دار الاقامہ میں کیا جائے گا، واضح ہو کہ سال گذشتہ تقریباً ساڑھے چار سو طلبہ دار الاقامہ میں قیام پذیر تھے، اس سال اس میں پچاس طلبہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تحفیظ القرآن کے نام سے حفظ قرآن کا ایک ادارہ امارت شرعیہ کی مرکزی عمارت کے احاطہ میں چلتا ہے، جہاں صرف حفظ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے، اس میں صرف مقامی بچوں کا داخلہ ہوتا ہے، ہوسٹل کا انتظام نہیں ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کی ایک اہم نشست ۱۵؍جولائی کو لکھنؤ میں

اجودھیا میں رام مندر کی تعمیر کے لئے ہندو لیڈروں اور سنتوں کے دباؤ والی کوششوں کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۱۵؍جولائی ۲۰۱۸ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ طلب کرلی ہے جس میں اجودھیا اور خواتین کے امور سمیت متعلقہ معاملات زیر غور آئیں گے۔ ہر چند کہ اس میٹنگ میں اجودھیا کے معاملے پر سپریم کورٹ کے فیصلے کی پابندی کے پرانے موقف کی تائید متوقع ہے لیکن اس نشست میں ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات کے پیش نظر سیاسی اور معاشرتی تقاضوں پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ بورڈ کے رکن مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے میڈیا کو بتایا کہ بورڈ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ ۱۵؍جولائی کو ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ یہ میٹنگ معمول کا حصہ ہے اور وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے۔ اس بار بھی کئی امور زیر غور آئیں گے جن میں اجودھیا کا معاملہ بھی شامل ہوگا۔ خواتین کے امور میں طلاق ثلاثہ بھی زیر غور رہے گا۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی میٹنگ میں شرعی قوانین کے تعلق سے وکلاء کو واقف کرانے کے معاملے پر بھی بات کی جائے گی۔ فرنگی محلی نے کہا کہ اس سے عدالتوں میں مسلم پرسنل لا سے متعلق معاملے میں مدد ملے گی۔ انھوں نے کہا کہ بورڈ کے شعبۂ خواتین کا ورکشاپ حیدرآباد میں ۳۰؍جون کو منعقد کیا جائے گا اور اس کے نتیجے کا عاملہ اجلاس میں جائزہ لیا جائے گا۔

حج کی رقم میں اضافہ؛ ۱۰؍جولائی تک اضافی رقم جمع کرنے کی ہدایت

حج ۲۰۱۸ء کے عازمین حج کو سفری اخراجات کے طور پر زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔ ریال کی قیمت میں اضافہ کے بعد سنٹرل حج کمیٹی نے گرین عزیزیہ اور رباط زمرہ کے عازمین کیلئے اضافی رقم مقرر کی ہے جو ۱۰؍جولائی تک ادا کرنی ہوگی۔ سنٹرل حج کمیٹی نے اس سلسلہ میں تمام ریاستوں کی حج کمیٹیوں کو سرکولر جاری کیا ہے کہ ریال کی قیمت میں اضافہ کے باعث مدینہ منورہ میں قیام، قربانی اور دیگر اخراجات میں اضافہ ہوا ہے۔ ریال کی پہلے طئے شدہ قیمت 17 روپئے 60 پیسے تھی جو اب بڑھ کر 17 روپئے 91 پیسے ہوچکی ہے۔ اضافی اخراجات کے طور پر گرین زمرہ کے عازمین کو فی کس 7750 روپئے، عزیزیہ زمرہ کے عازمین کو فی کس 7150 روپئے، رباط کے عازمین کو 6350 روپئے اور جحفہ میقات کے عازمین کو فی کس 31 روپئے ادا کرنے ہوں گے۔ یہ رقم اسٹیٹ بینک آف انڈیا یا یونین بینک آف انڈیا کی کسی برانچ سے بذریعہ چالان سنٹرل حج کمیٹی کو ادا کی جانی چاہیئے۔ حج کمیٹی کے ذریعہ قربانی کرانے والے عازمین کو فی کس 508 روپئے اضافی طور پر ادا کرنے ہوں گے۔ قربانی کیلئے پہلے سے طئے شدہ رقم 8000 روپئے تھی جسے بڑھا کر 8508 روپئے کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں رہائش کیلئے 950 ریال مقرر کئے گئے ہیں جس کے تحت گرین زمرہ کے عازمین کو اضافی رقم کے طور پر 4500 روپئے اور عزیزیہ زمرہ کے عازمین کو 2580 روپئے ادا کرنے ہوں گے۔ دوسری مرتبہ سعودی عرب روانہ ہونے والے عازمین (ریپٹر) کے لئے 2000 ریال کی اضافی ادائیگی کے تحت فی کس 35,202 روپئے مقرر کئے گئے تھے لیکن اب انہیں 35,821 روپئے ادا کرنے ہوں گے۔ اس طرح انہیں 619 روپئے مزید ادا کرنے ہوں گے۔ عازمین حج کا بینک ریفرنس نمبر وہی ہوگا جو پہلی قسط کی رقم جمع کرتے وقت استعمال کیا گیا تھا۔ کسی بھی دشواری کی صورت میں ریاستی حج کمیٹی کے دفتر میں 0612-2203315 پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

امارت شرعیہ کا اجلاس یوم تاسیس ۱۹؍شوال کو

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ ہندوستانی مسلمانوں کے سب سے مستند و معتبر اداروں میں سے ایک ہے، یہ ادارہ ہماری ملی زندگی کی روشن علامت اور اجتماعی زندگی کی عملی شکل ہے۔ آج سے تقریباً سو سال پہلے ۱۹؍شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶؍جون ۱۹۲۱ء کو اس کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس نے ہر نازک موقع پر ملت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ یوم تاسیس کی مناسبت سے ہر سال شوال کے مہینے میں اجلاس تاسیس منعقد کرنے کی روایت رہی ہے، تاکہ اس موقع پر امارت شرعیہ کے قیام کے بنیادی مقصد اور اس کے مشن اور کاز کو یاد کیا جائے اور ماضی کی سنہری تاریخ کو پیش نظر رکھ کر مستقبل کے لیے حال میں بہتر لائحہ عمل بنایا جاسکے۔ اس سال بھی یوم تاسیس کی مناسبت سے ۱۹؍شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۴؍جولائی ۲۰۱۸ء روز بدھ کو بوقت ۱۰؍بجے دن ’’المعہد العالی ہال‘‘ امارت شرعیہ قاضی نگر پھلواری شریف، پٹنہ میں ایک اجلاس منعقد ہوگا۔ اس موقع پر ممتاز علماء کرام و دانشوران کا امارت شرعیہ کی خدمات اور دیگر اہم مسائل پر خطاب ہوگا۔ دفتر نظامت سے مدعوین کے نام دعوت نامے جاری کردیے گئے ہیں اور تیاریاں جاری ہیں۔ مرکزی دفتر کے علاوہ تمام ذیلی دار القضاء، ذیلی دفاتر، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹس، رانچی، گریڈیہہ، آسنسول اور پھلواری شریف میں واقع اسکولوں اور دار العلوم الاسلامیہ گون پورہ میں بھی مختلف تاریخوں میں اجلاس منعقد ہوں گے۔ اس سلسلہ میں دفتر نظامت سے تمام قضاۃ، ذیلی دفاتر اور اداروں کے ذمہ داروں کو ہدایات جاری کردی گئی ہیں اور انہیں کہا گیا ہے کہ شوال کے مہینے میں ہی کسی مناسب تاریخ میں اجلاس منعقد کریں اور اس کی خبر اخبارات میں شائع ہونے کے لیے بھیجیں ساتھ ہی اس کی خبر مرکزی دفتر کو بھی کریں۔

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ۔ 801505

داخلہ نوٹس

بھارت سرکار (NCVT) سے منظور شدہ آئی ٹی آئی (ITI) سیشن 2018-19 اور سیشن 2018-20 کے لیے درج ذیل ٹریڈس میں داخلہ کے لیے متعینہ فارم دفتر سے ملنا جاری ہے۔ اسے حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۳۰؍جون ۲۰۱۸ء ہے۔ فارم حاصل کر کے ضروری خانہ پری کے بعد ۳۰؍جون ۲۰۱۸ء تک آفس میں جمع کرنا لازمی ہے۔ الیکٹریشین ٹریڈ میں داخلہ کے لیے تحریری امتحان ۸؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز سنیچر ۱۱؍بجے دن سے انسٹی ٹیوٹ میں ہوگا۔ فارم کی قیمت مبلغ ڈھائی سو (-/250) روپئے ہے۔

منظور شدہ ٹریڈس

(1) الیکٹرانکس میکانیکل (Electronics Mechanical)

(2) الیکٹریشین (Electrician) (3) فیٹر (Fitter)

(4) ڈرافٹس مین سول (Draftsman Civil) (5) پلمبر (Plumber)

(6) ریفریجریشن اینڈ ایرکنڈیشننگ (Refrigration & Air Conditioning)

نوٹ: الیکٹریشین کے علاوہ سبھی ٹریڈس میں ڈائرکٹ ایڈمیشن (Direct Admission) ۳۱؍جولائی ۲۰۱۸ء تک جاری ہے۔

رابطہ کا نمبر: 9835012335,9431281921, 0612-2555257

انیس الرحمٰن قاسمی (چیرمین) | سہیل احمد ندوی (سکریٹری) | انجینئر محمد نصیر انصاری (پرنسپل)

طب وسائنس

آم کے خاص فوائد

آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

مہر خبر رساں ایجنسی نے غیر ملکی ذرائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

آم کے بہترین فوائد

پختہ آم مولد خون ہے۔ یہ آنتوں کو قوت دیتا ہے۔ آم مقوی باہ ہے۔ یہ معدہ' گردہ' مثانہ کو طاقت دیتا ہے۔

قدرے دیر ہضم ہوتا ہے۔ تین ماشے آم کا گودا پانی کے ساتھ دینے سے پیچش بند ہو جاتے ہیں۔ آم کا مربہ پھیپھڑوں' دل اور مثانے کو طاقت دیتا ہے۔

بعض اطباء کے نزدیک اگر آم کے پھولوں کو جب وہ نئے نئے نکلے ہوں تو ہاتھ میں رگڑ کر پھینک دیں اور بچھو کی کاٹی ہوئی جگہ پر صرف ہاتھ پھیرنے) تین دفعہ (سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ ہاتھ میں آم کے تازہ پھولوں کا اثر ایک سال تک رہتا ہے۔ آم کو چوس کر کھانا بہتر ہوتا ہے۔ آموں کو برف یا ٹھنڈے پانی میں تھوڑی دیر رکھ کر کھانا چاہیے اور کھانے سے پہلے اچھی طرح سے دھو لینا چاہیے تا کہ آم کی گوند اچھی طرح سے صاف ہو جائے ۔ ورنہ وہ گلے میں خراش کا سبب بنتی ہے۔ آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی ضروری پینی چاہیے۔ آم اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے۔ اس کے کھانے سے جسم موٹا ہوتا ہے۔ بے خوابی کی شکایت دور کرنے کیلئے ایک آم کا کھانا اور بعد ازاں ٹھنڈا دودھ پینا بے حد مفید ہوتا ہے۔ آم پیشاب آور ہے۔ اگر آم کھانے کے بعد تھوڑے سے جامن کھا لیے جائیں تو اس کی گرمی زائل ہو جاتی ہے۔ میٹھے اور تازہ آم کا تھوڑا سا گودا اگر حاملہ کو روزانہ کھلایا جائے تو ایسا کرنے سے بچہ تندرست اور صحت مند پیدا ہوتا ہے۔

جلد بوڑھا ہونے سے بچاتا ہے :

طبی ماہرین کے مطابق آم وٹامن ای سے بھرپور ہے جس کے استعمال سے انسان صحت مند اور شاداب رہتا ہے جب کہ یہ وٹامن جلد کو تر و تازگی فراہم کرتے ہیں اور چہرے پر دانوں اور کیل مہاسوں سے بچاتے ہیں۔

آم میں شامل وٹامن سی خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرتا ہے جب کہ اس میں موجود وٹامن اے بینائی کو کمزور ہونے سے بچاتا ہے اور اس کے علاوہ یہ پھل سورج کی تیز شعاعوں سے بھی آنکھوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

دمے سے محفوظ رکھتا ہے :

ماہرین کے مطابق آم میں موجود اجزا انسانی جسم کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوتے ہیں اور جو لوگ آم کا زیادہ استعمال کرتے ہیں ان کے دمے کے مرض میں مبتلا ہونے کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں۔

کینسر سے بچاؤ میں معاون:

طبی ماہرین کے مطابق آم میں شامل اینٹی آکسیڈنٹ آنتوں اور خون کے کینسر کے خطرے کو کم کرتا ہے جب کہ گلے کے غدود کے کینسر کے خلاف بھی یہ مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہرین کے مطابق کولون یا بڑی آنت کے سرطان کے خلاف آم ایک اہم مدافعانہ ہتھیار ثابت ہوا ہے اور آم کھانے کے شوقین لوگوں میں اس سرطان کی شرح نمایاں طور پر کم دیکھی گئی ہے۔

ہڈیوں کی صحت کیلیے مفید:

ماہرین کا کہنا ہے کہ آم کا استعمال ہڈیوں کی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے اس میں موجود کیلشیم ہڈیوں کو مضبوط رکھتا ہے اور آم کھانے کے شوقین افراد میں وقت سے پہلے ہڈیوں کی کمزوری کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

ذیابطیس میں بھی کار آمد:

تحقیق کے مطابق آم میں موجود وٹامن اے، بی، سی اور فائبر کے علاوہ 20 دیگر اجزا پائے جاتے ہیں جو خون کی گردش میں شکر کے جذب ہونے کے عمل کو کم کرتے ہیں۔ امریکی ماہرین کے مطابق آم میں موجود قدرتی مٹھاس کی مناسب مقدار شوگر کے مریضوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی۔

نظام ہاضمہ کیلیے ضروری:

آم میں موجود ریشے جنہیں فائبر بھی کہا جاتا ہے آنتوں کی صفائی کرتے ہیں اور نظام ہضم کو درست رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

دل کی صحت کیلیے مفید:

ماہرین کا کہنا ہے کہ دل کے امراض میں مبتلا افراد کے لیے آم ایک بہترین پھل ہے اس میں موجود پوٹاشیم ، فائبر اور وٹامن دل کی صحت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں جب کہ اس میں موجود بڑی تعداد میں پوٹاشیم بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

انفیکشن کے خلاف مؤثر دوا:

ماہرین صحت کے مطابق تمام بیکٹیریا کا حملہ اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ جسم کی خارجی تہہ بنانے والی بافتیں کمزور ہو جاتی ہیں تاہم آم کے موسم میں اس کا آزادانہ استعمال بافتوں کی اس کمزوری کو دور کرتا ہے چنانچہ بیکٹیریا کا جسم میں داخلہ ممکن نہیں رہتا اس کیفیت کے بعد پے در پے انفیکشن مثلاً نزلہ' زکام اور ناک کی سوزش رونما نہیں ہوئی۔ اس تحفظ کی وجہ آم میں پائی جانے والی وٹامن اے کی وافر مقدار ہے۔

آم کا اچار بھوک بڑھاتا ہے۔

آم کا گودا چہرے پر مل کر سوکھنے پر ٹھنڈے پانی سے دھونے سے چہرہ صاف اور ملائم ہو جاتا ہے۔

بینائی کو قوت دیتا ہے بشرطیکہ آم کھانے کے بعد لسی پی جائے۔۔ آم منہ کی بے مزگی کو دور کرتا ہے۔ بدن کا رنگ نکھرتا ہے۔

آم کے دیگر فوائد۔

آم بینائی کو قوت دیتا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کو آم کھلانے سے ان کے دودھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ آم کے پتوں کی چائے پینے سے نزلہ' زکام' کمزوری دماغ اور ہچکی دور ہو جاتی ہے۔

لو لگنے کی صورت میں کچے آم کو آگ میں بھون کر گڑ کے شربت میں اس کا رس ملا کر پلانے سے فوری آرام ہو جاتا ہے۔

آم کا بور اور پتے خشک کر کے باریک پیس لیں۔ چند روز کے استعمال سے بال سیاہ ہو جائیں گے۔ مقدار ایک چمچہ چائے والا سفوف صبح و شام ہمراہ پانی سے۔

جسم کی خشکی' بے رونقی' زردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے روزانہ ایک آم کھانا اور بعد ازاں ایک گلاس لسی استعمال کرنا بے حد مفید ہے۔

مثانے کی پتھری دور کرنے کیلئے صبح نہار منہ کچے آم دو تین تولے روزانہ کھلانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

آم کی گٹھلیاں دو عدد اور تین دانہ سیاہ مرچ کو رگڑ کر سانپ کاٹے والے کو پلانے سے مار گزیدہ کو سردی محسوس ہوگی اور زہر دور ہو جائے گا۔ آم کا تازہ رس پانچ تولہ' میٹھا دہی ایک پاؤ اور ادرک کا رس چائے والا ایک چمچہ تمام کو ملا کر پینے سے زرد چہرہ' کمزور اور مشکل سے سانس نکلنا کی بیماریوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ راشد العزیری ندوی

۵۳ سالوں تک خدمت کے بعد امارت شرعیہ کے قدیم خادم مولوی قمر الدین کا انتقال

امارت شرعیہ کے تمام خدام اور وابستگان کے درمیان یہ خبر انتہائی غم و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ امارت شرعیہ کے قدیم خادم مولوی قمر الدین ۵۳ سالوں تک، خوش اخلاقی، اخلاص، امانت و دیانت اور جانفشانی کے ساتھ خدمت انجام دینے کے بعد بالآخر مورخہ ۲۷؍جون ۲۰۱۸ء مطابق ۱۲؍شوال ۱۴۳۹ھ روز بدھ کو دن میں ساڑھے بارہ بجے مختصر علالت کے بعد خلیل پورہ، پھلواری شریف میں واقع اپنی رہائش گاہ پر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! ان کے جنازے کی نماز اسی دن بعد نماز عشاء خلیل پورہ کی جامع مسجد میں ادا کی گئی اور وہیں کے قبرستان میں ان کو سپرد خاک کیا گیا۔ جنازے کی نماز اور تدفین میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران و کارکنان کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

مرحوم کو سفر حج کی بڑی تمنا تھی، اس سال اہلیہ کے ساتھ حج کا فارم بھی بھرا تھا، اور ابتدائی قسط کی رقم بھی جمع کر دی تھی، مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا اور دل میں اللہ تعالیٰ کے گھر کے دیدار کی تمنا لے کر وہ اللہ کی بارگاہ میں چلے گئے۔ انما الاعمال بالنیات کے تحت ہم اللہ کی ذات سے امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محشر میں ضرور انہیں اپنے گھر کے زائرین کی صف میں رکھیں گے۔

امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے ان کی موت کو تمام خدام امارت شرعیہ کے لیے ذاتی غم کا باعث قرار دیا اور ان کی بے لوث مخلصانہ اور ایماندارانہ طویل خدمت کی ستائش کرتے ہوئے ان کے لیے اظہار تعزیت کیا، مرحوم کے لیے مغفرت اور بلندی درجات اور پسماندگان کے صبر و ثبات کی دعا کی۔ امارت شرعیہ میں آج شام چار بجے ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس کا بھی انعقاد ہوا، جس میں مرحوم کے محاسن کا تذکرہ کیا گیا اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مغفرت و بلندی درجات اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ اس تعزیتی نشست میں ناظم صاحب کے علاوہ مولانا عبدالجلیل قاسمی قاضی شریعت، مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی و مولانا سعید الرحمٰن قاسمی مفتیان امارت شرعیہ، مولانا محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم، جناب سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال، مولانا مجیب الرحمٰن بھاگل پوری معاون قاضی، مولانا افتخار احمد نظامی معاون ناظم، مولانا مطیع الرحمٰن شمسی، جناب مظہر حسن صاحب نے اظہار خیال کیا اور بتایا کہ مرحوم سنجیدہ طبیعت کے مالک، خوش خلق، شریف النفس، شیریں لب ولہجہ کے مالک، مخلص اور ملنسار تھے، سب سے خوش خلقی سے ملتے اور جو بھی ذمہ داری ان کو دی جاتی اس کو احساس ذمہ داری، امانت اور دیانت داری سے ادا کرتے، وہ پھلواری شریف کی قدیم روایات کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ امارت شرعیہ کی محبت ان کے رگ و پے میں بسی تھی، اور امارت شرعیہ کے کاموں کو بہت ہی جانفشانی سے انجام دیتے خواہ وہ بیت المال کے لیے مالی فراہمی کا مسئلہ ہو یا ذمہ داران کی طرف سے ان کے سپرد کیا گیا کوئی بھی کام ہو۔ ایسے مخلص، سنجیدہ طبیعت اور شریف النفس خادم کا انتقال یقیناً امارت شرعیہ کے لیے بڑا خسارہ ہے، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امارت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ یقیناً امارت شرعیہ کے استحکام اور فروغ میں جہاں اس کے ذمہ داران اور اکابر کا رول رہا ہے، وہیں مولوی قمر الدین جیسے شریف الطبع محنتی اور مخلص کارکنان کا بھی بڑا کردار امارت شرعیہ کے کاموں کو وسعت دینے میں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے بڑی خوبیاں تھی مرنے والے میں۔ اس تعزیتی نشست کا آغاز مولانا حسین احمد قاسمی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور جناب قاضی عبدالجلیل قاسمی کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

اس مجلس میں مرزا حسین بیگ، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا امتیاز احمد قاسمی، مولانا مفتی امام الدین قاسمی، مولانا شمیم اکرم رحمانی، مولانا احتکام الحق قاسمی، مولانا محمد ابوالکلام شمسی، مولانا سید محمد عادل فریدی، مولانا محمد ارشد رحمانی، مولانا بدر انیس قاسمی، مولانا سہیل سجاد قاسمی، مولانا احمد سجادی، جناب سید خبیب صاحب، جناب مشرف صاحب وغیرہ کے علاوہ کارکنان امارت شرعیہ کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔

دینی تعلیم سب کے لیے ہے !!!!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کسی بھی مذہب اور فکر وعقیدہ کے لئے تعلیم کی حیثیت شہ رگ کی ہے، اگر کسی قوم کو اس کے دین سے محروم کرنا ہو تو اس کے دینی تصورات سے اس قوم کا علمی رشتہ کاٹ دیجئے، یہ چیز خود بخود اس قوم کو اپنے مذہب سے بے گانہ بنادے گی، اس کے لئے پنجہ آزمائی کی ضرورت پڑے گی اور نہ معرکہ آرائی کی، یہ کسی قوم کو فکری اور مذہبی اعتبار سے قتل کرنے کا ایسا کامیاب اور بے ضرر نسخہ ہے کہ بقول شاعر:

دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کے ساتھ یہی طرزِ عمل اختیار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، انگریز جب ہندوستان میں آئے، تو انھوں نے بھی یہ ناکام کوشش کی؛ چنانچہ لارڈ میکالے جب فورٹ ولیم کالج قائم کرنے کے بعد برطانیہ واپس گئے، تو انھوں نے برطانوی دارالعوام میں اپنے اس منصوبہ کو ان الفاظ میں ظاہر کیا: ’’میں ہندوستان میں ایک ایسے ادارہ کی بنیاد ڈال کر آیا ہوں کہ اس کی وجہ سے ہندوستان میں رہنے والے رنگ ونسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی رہیں گے؛ لیکن اپنی فکر اور ذہن ودماغ کے اعتبار سے انگریز بن جائیں گے‘‘ چنانچہ اس ملک کے دردمند علماء نے اس حقیقت کو محسوس کرلیا اور انھوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں دینی مدارس اور مکاتب قائم کرکے اس بات کا انتظام فرمایا کہ اس ملک میں بسنے والے مسلمان گو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں؛ لیکن وہ دل ونگاہ کے اعتبار سے ’’حجازی‘‘ بنے رہیں اور پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نبوت ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے، جب ملک آزاد ہوا تو مسلمانوں نے اس جذبہ کے ساتھ جنگ آزادی میں شرکت کی کہ وہ اس ملک کے مالکوں میں ہوں گے، اس ملک میں ان کا مذہب، ان کی تہذیب اور ان کی زبان محفوظ رہے گی؛ لیکن بدقسمتی سے انگریزوں نے اس ملک میں فرقہ پرستی کا بیج بویا اور اس شجر خبیث کو اتنا تناور کردیا کہ آزادی کے بعد بھی اس کی جڑیں پھیلتی رہیں اور آج تو فرقہ پرست طاقتیں بامِ اقتدار پر پہنچ چکی ہیں، جہاں مسلمانوں کو اس ملک میں معاشی طور پر پس ماندہ، سیاسی اعتبار سے مفلوج وبے اثر اور جان ومال کے اعتبار سے غیر محفوظ وغیر مامون کرنے کی کوششیں کی گئیں، وہیں مسلمانوں کی تہذیب پر بھی یلغار کی گئی اور کوشش کی گئی کہ تہذیبی اعتبار سے ان کا ہندوکرن کردیا جائے اور اس بات کی بھی بھرپور کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے مذہب اور عقیدہ سے دور کردیا جائے؛ تاکہ ایک دو نسل کے بعد وہ مذہبی شعور سے پوری طرح محروم ہوجائیں، مسلمانوں پر یہ سب سے بڑا حملہ اور ضربِ کاری ہے اور اس سے معمولی سا تغافل بھی ان کے ملی وجود اور بقا کے لئے زبردست خطرہ ہے، فرقہ پرست طاقتیں اس مقصد کے لئے دوطرفہ حملہ کررہی ہیں، ایک طرف سرکاری درس گاہوں کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں لائی جارہی ہیں، جو ایک سیکولر ملک کے بجائے خالص ہندو تصورات پر مبنی ملک کی نمائندگی کرتی ہوں، ہندو دیویوں اور دیوتاؤں کے حالات، ہندو فکر وعقیدہ کی وکالت اور ہندو تاریخ کی عظمت اور تفوق کا اظہار، مسلم حکمرانوں کے مفروضہ ظلم وجور کا بیان، یہاں تک کہ بعض اوقات خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر حرف گیری اس ’’بھگوا نصابِ تعلیم‘‘ کی فکری بنیادیں ہیں ’’وندے ماترم‘‘ اور ’’سرسوتی وندنا‘‘ اقلیتوں کو مشرکانہ تصورات سے مانوس کرنے کی ناپاک کوشش ہے۔

دوسری طرف دینی مدارس کے نظام میں دخیل ہونے اور ان اداروں کو بدنام کرنے کی کوششیں بھی جاری ہیں، بہار میں مدتوں پہلے گورنمنٹ نے دینی مدارس کو نصابِ تعلیم میں معمولی ترمیم کی شرط پر اعانت دینے کی پیش کش کی تھی اور اس کے لئے ’’بہار مدارس اکزامنیشن بورڈ‘‘ کی بنیاد رکھی تھی، ریاست کے وہ مخلص بزرگ علماء جو حالات کی نبض پہ انگلی رکھتے تھے، نے مدارس کو اس سرکاری بورڈ میں شریک ہونے سے روکنے کی بڑی کوششیں کیں؛ لیکن سرکاری اعانتوں کی پیش کش نے اکثر اربابِ مدارس کے قدم ڈگمگادیئے اور انھوں نے اس کو ایک ’’نعمتِ غیر مترقبہ‘‘ سمجھ کر بے تحاشہ الحاق کرانا شروع کیا، گورنمنٹ نے بتدریج ان مدارس کے نصاب اور نظام میں ایسی تبدیلیاں کیں کہ اب ان کو دینی درس گاہ کہنا ایک تہمت سے کم نہیں اور افسوس کہ ان کو ایک معیاری عصری درس گاہ بھی نہیں کہا جاسکتا، اسی قسم کی کوشش مشرقی اترپردیش میں بھی شروع ہوئی اور کسی قدر تاخیر سے سہی؛ لیکن اب وہاں بھی اس کا اثر محسوس کیا جارہا ہے۔

جو دینی مدارس حکومت کے زیر اثر نہیں ہیں اور اس کے عمل ودخل سے آزاد ہیں، ان کو بدنام کرنے اور ان کی تصویر مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، کبھی اس کو ’’آئی، ایس، آئی‘‘ کا مرکز قرار دیا جاتا ہے، کبھی ان مدارس کی طرف دہشت گردی کو منسوب کیا جاتا ہے، کبھی ان کے مالی وسائل کے بارے میں شکوک وشبہات ظاہر کئے جاتے ہیں، تاکہ خاص طور پر غیر مسلم بھائیوں کا ذہن ان اداروں کے بارے میں مسموم ہوجائے۔ ان حالات میں دینی تعلیم کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے، دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں: ایک تو اتنی تعلیم جو ہر شخص کے لئے ضروری ہے، یہ دین کے بارے میں بنیادی واقفیت ہے، توحید اور شرک کی حقیقت، نبوت ووحی کا اسلامی تصور، انبیاء اور بالخصوص پیغمبر اسلام ا کے ضروری حالات، پاکی وناپاکی، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اور قربانی کے بنیادی احکام، نکاح وطلاق، خرید وفروخت، ملازمت اور نوکری، کسبِ معاش کے حلال وحرام طریقے، شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات، والدین، اولاد، میاں بیوی اور اعزہ واقرباء سے متعلق حقوق، شب وروز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور مسنون وماثور اوراد واذکار، یہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے، مرد ہوں یا عورت اور جوان ہوں یا بوڑھے، اس مقصد کے لئے جگہ جگہ دینی مکاتب اور بالغوں کے لئے دینی تعلیم کے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے، کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی محلّہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ ہو؛ بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہوں اور کوشش کی جائے کہ محلّہ کا کوئی بچہ دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ نہ اُٹھائے؛ لیکن دوسری ضرورت ایسی درس گاہوں کی ہے، جہاں قرآن وحدیث، کلام وعقیدہ اور سیرت نبوی سے متعلق اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور اسلام کو اصل مآخذ سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے عربی زبان وادب میں بصیرت کا سامان فراہم کیا جاتا ہو۔

بحمد اللہ ہندوستان کے چپہ چپہ میں ایسے مدارس موجود ہیں، یہ اسلام کی فکری سرحدوں کے محافظ ہیں، ان ہی درس گاہوں سے نکلنے والے فضلاء نے ہر عہد میں اسلام کے خلاف اُٹھنے والی فکری شورشوں کا مقابلہ کیا ہے۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد مسیحی پادریوں اور مبلغوں کا ایک سیلاب سا اُمڈ آیا، دیہات دیہات یہ مبلغین پہنچتے، بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے، یہ حضرات علماء ہی ہیں، جنھوں نے ان سے پنجہ آزمائی کی اور اسی دور میں ایک ہندوستانی عالم مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے عیسائیت کے رد میں ’’اظہار الحق‘‘ کے نام سے ایک ایسی کتاب تالیف کی کہ اس موضوع پر کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور ہندوستان سے مصر وترکی تک مشہور عیسائی مناظر پادری فنڈر کا تعاقب کرکے اس کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا، پھر جب آریہ سماجی تحریک اُٹھی اور اس نے شدھی یعنی مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوششیں شروع کیں، تو یہ علماء ہی تھے جو اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فتنہ کا ایسا علمی اور تبلیغی تعاقب کیا کہ ان کی ناپاک کوششیں ذرا بھی بارآور نہ ہو پائیں۔ اسی طرح جب انگریزوں کی شہ پر پنجاب کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ کیا اور جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا، تو یہی علماء تھے جنھوں نے اُمت کو اس عظیم فتنہ سے بچانے کی سعی کی اور پورے برصغیر میں اپنی مجاہدانہ کوششوں سے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت فرمائی، اسی طرح انکارِ حدیث کا فتنہ اُٹھا، مستشرقین نے اسلام کے بارے میں تشکیکی کی مہم چلائی، تاکہ مسلمانوں کی نئی نسل کے قلوب میں ان کے مذہب کے تئیں شکوک وشبہات کے کانٹے چبھودیئے جائیں، ان ہی مدارس کے فضلاء نے ان سازشوں کے مقابلہ کے لئے لوح وقلم کی امانت سنبھالی اور وقت کے اُسلوب میں ان کا رد فرمایا، پھر جب ماضی قریب میں شریعت اسلامی کو فکری اور عقلی حملوں کا نشانہ بنایا گیا اور مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کی کوشش کی گئی، تو پورے ملک میں ان مدارس کے تعلیم یافتہ اور پرداختہ فضلاء نے ایک تحریک کی شکل میں ’’مسلم پرسنل لاء‘‘ کے تحفظ کا بیڑہ اُٹھایا اور مسلمانوں میں اس مسئلہ پر شعور پیدا کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کی حفاظت وصیانت میں دینی مدارس کا اتنا نمایاں اور اہم کردار ہے کہ کسی حقیقت پسند کے لئے اس سے انکار ممکن نہیں؛ اسی لئے اُمت میں ایک ایسے طبقہ کا وجود ضروری ہے، جو اسلام کا تحقیقی اور کتاب وسنت کا تفصیلی علم رکھتا ہو، اپنے عہد کے فکری اور فقہی مسائل کو حل کرنے کا اہل ہو، نیز اسلام کے خلاف اُٹھنے والے علمی وفکری فتنوں کا مقابلہ کرسکتا ہو اور ہر دور میں اس دور کی زبان اور طریقۂ استدلال کی رعایت کے ساتھ اسلام کی ترجمانی کی صلاحیت رکھتا ہو، ہونا تو یہ چاہئے کہ ہر خاندان میں ایسا ایک عالم موجود ہو؛ لیکن جب مدینہ میں ۸۰/ اشخاص نے اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت کے لئے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم ہر اسّی مسلمان پر ایک عالم ہونا چاہئے۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ علماء کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں، بیس کروڑ کی مسلمان آبادی میں اگر ایک فیصد بھی عالم ہو، تو ان کی تعداد بیس لاکھ ہونی چاہئے؛ لیکن پورے ملک میں علماء کی تعداد شاید دو لاکھ بھی نہ ہو، گویا مسلم آبادی میں ان کا تناسب ایک فی ہزار بھی نہیں۔

علامہ اقبالؒ ان لوگوں میں تھے، جن کو مشرق دیدہ اور مغرب رسیدہ کہا جاسکتا ہے، حکیم احمد شجاع نے اپنی کتاب ’’خون بہا‘‘ (۴۳۹/۱) میں اقبالؒ سے اپنی ایک دلچسپ گفتگو نقل کی ہے، جو ان لوگوں کے لئے یقیناً چشم کشا ہے، جو اِن دینی مدارس کے نظام کو فرسودہ اور (Out of date) تصور کرتے ہیں، حکیم صاحب کا بیان ہے کہ لاہور میں آکر میں نے پاک پٹن شریف کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی روداد ڈاکٹر محمد اقبال کو سنائی، وہ پہلے تو حسبِ عادت میری بات غور سے سنتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے، پھر آنکھیں بند کرکے سوچنے لگے، جب میں اپنی کہانی سناچکا تو فرمایا: ’’جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی، میں بھی وہی کچھ سوچتا تھا جو تم چاہتے ہو، انقلاب ایک ایسا انقلاب ہو جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب ومتمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کردے‘‘ پھر علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’ان مکتبوں اور مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمان کے بچوں کو انھیں مدرسوں میں پڑھنے دو‘‘ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ اب جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے، تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے اثر کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

سادگی اور سادہ طرزِ زندگی

مفتی محمد نعیم

آج ہر طرف سامانِ دنیا کی ریل پیل ہے، ہر کوئی عیش کوشی کا متمنی، ہر ایک دنیوی زندگی سے زیادہ سے زیادہ استفادے کا خواہش مند، ہر شخص سامانِ عیش وعشرت کا طلب گار، ہر کوئی دنیاوی آسائش میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا خواہاں، امیر ہو کہ غریب ہر فرد اسی فکر میں مست اور مگن ہے کہ کیسے اسباب دنیا وسیع ہوں؟ کیسے اس کی زندگی مادی وسائل کے اعتبار سے معیاری ومثالی بنے، اسی فکرِ دنیا میں عمر عزیز کٹ رہی ہے اور ہم دن بہ دن جہانِ آخر کے قریب تر ہو رہے ہیں، حالانکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسبابِ عیش وعشرت اختیار کرنے میں اپنے آقا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو جانیں، اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی کوشش کریں کہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب و وسائل کی وسعت پر قادر ہوتے ہوئے دنیوی عیش وعشرت سے اعراض کیا، بقدرِ زیست دنیا کا مال ومتاع استعمال کر کے اہلِ دنیا کے لیے انمٹ نقوش ثبت کر دیے، جن میں اہلِ دنیا کے لیے راہِ عمل ہے کہ جسے اپنا کر ایک مسلمان اپنی اخروی زندگی سدھار سکتا ہے۔

آج اگر ہم اپنے اردگرد لوگوں کا اور بحیثیت مجموعی اپنے معاشرے اور ماحول کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ مال و متاع اور جاہ وحشم کی حرص وہوس نے فرد اور معاشرے کو بے اطمینانی اور بے سکونی کی کش مکش میں مبتلا کر دیا ہے، جہاں کسی کو طمانیت، امن وعافیت، صبر وقرار اور سکون میسّر نہیں۔ خواہشات کی غلامی اور حرص وہوس نے تمام آسائشوں اور مادّی وسائل کی دست یابی کے باوجود انسان سے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان چھین لیا ہے۔

آج معاشرے میں ڈپریشن، بے اطمینانی اور مسائل کا انبار صرف اس لیے ہے کہ ہماری تمنائیں اور خواہشیں لامحدود ہیں، قناعت پسندی کا جذبہ مفقود ہے، عہدہ ومنصب اور مال ودولت کی حرص وہوس نے آدمی کو خواہشات کا غلام بنا دیا ہے، راحت اور سکون کوسوں دُور ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے: ''سادگی اور سادہ طرزِ زندگی'' سے گریز۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے گئے ہوں، وہ اُن بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے، جتنا مال وجاہ کی حرص آدمی کے دین کو تباہ کرتی ہے۔ (ترمذی)

''سادہ طرزِ زندگی'' اسلام کا امتیاز اور بندۂ مومن کا لازمی جزو ہے۔ ایک موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔'' (سُنن نسائی)

دنیوی مال ومتاع کی خواہش، مال وجائیداد میں روز بروز اضافے کی تمنا اور سامانِ تعیش کی بکثرت فراہمی انسان کو خواہشات کا غلام بنا دیتی ہے۔ وہ حرص وہوس میں اندھا ہو جاتا ہے، یہی وہ مکروہ جذبہ ہے، جو انسان کی طبیعت میں کینہ، حسد، بغض جیسی مکروہ صفات پیدا کرتا ہے، اسی بنا پر باہمی عداوت اور نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہی وہ اسباب ہیں، جو اجتماعی طور پر معاشرے میں بے اطمینانی، بے سکونی اور بڑی حد تک بدامنی کا باعث بنتے ہیں۔ ایسی کیفیت میں آدمی دوسرے کے مال وجائیداد پر نگاہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ سب کچھ یا تو اُسے مل جائے یا جو کچھ دوسرے کے پاس ہے، وہ سب کچھ اُس سے چھن جائے۔

ارشادِ ربانی ہے: ''اور اُس کی ہوس نہ کرو، جس میں اللہ نے تم میں باہم ایک دوسرے کو بڑائی اور فضیلت بخشی ہے۔'' (سُورۃ النساء:۳۲)

معاشرے میں ایک دوسرے پر بڑائی کا اظہار کرنے، زیادہ سے زیادہ مال ومتاع حاصل کرنے، دولت و ثروت کے انبار لگانے، حرص وہوس اور بے جا تمناؤں کی تکمیل کا یہی وہ قابلِ مذمت عمل ہے، جو معاشرے میں بے اطمینانی، اعلیٰ انسانی اقدار اور مثالی تہذیبی اور اخلاقی روایات کے زوال کا باعث بنتا اور نفرت و عداوت کو پروان چڑھاتا ہے اور درحقیقت یہی وہ مکروہ جذبہ ہے، جو چوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری اور معاشرے میں دیگر جرائم کا باعث بنتا ہے۔

موجودہ دور میں انسانی سماج اور ہمارے معاشرے میں اضطراب، بے چینی، ڈپریشن اور مہلک بیماریوں کا بڑا سبب زیادہ سے زیادہ مال ودولت کی طلب اور حرص وہوس کا وہ جذبہ ہے، جو انسان کو کسی پل اطمینان اور سکون سے نہیں رہنے دیتا۔ ہر وقت اس کے ذہن میں یہی سودا سمائے رہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال ودولت حاصل کر لوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ''حرص وطمع سے بچو کہ اس نے تم سے پہلوں کو برباد کیا، اسی نے اُنہیں آمادہ کیا کہ اُنہوں نے خون بہایا (قتل وغارت گری کی) اور حلال کو حرام سمجھا۔'' (صحیح مسلم)

جب کہ ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حرص سے بچو، کیوں کہ اس نے اگلوں کو اس پر آمادہ کیا کہ اُنہوں نے (بے گناہوں کا) خون بہایا۔ اس نے اُنہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ اُنہوں نے حرام کو حلال جانا۔'' (مستدرک حاکم)

شیطان جن راستوں سے انسان کو غلط راہ پر ڈالتا اور گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، ان میں حرص وہوس، بے جا تمناؤں اور خواہشات کی پیروی بھی شامل ہیں۔

قرآنِ کریم میں شیطان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

''اور اس (شیطان) نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک حصّہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں آرزوؤں اور تمناؤں میں اُلجھا کر رکھ دوں گا۔'' (سُورۃ النساء)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع آدم کو شیطان کے مکروفریب سے ان الفاظ میں متنبہ کیا ہے: ''یہ شیطان انہیں (بنی نوع آدم کو) وعدوں کے سبز باغ دکھاتا ہے گا، انہیں تمناؤں اور آرزوؤں میں گرفتار کرے گا، مگر شیطان کے یہ تمام وعدے دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔'' (سُورۃ النساء:۳۲)

اسلام سادگی اور سادہ طرزِ زندگی کا دین ہے، اسلامی ثقافت اور اسلامی طرزِ معاشرت میں سادگی اور سادہ طرزِ زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اُسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے، وہ یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پینے، اوڑھنے، اُٹھنے، بیٹھنے کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا، تناول فرماتے، پہننے کو جو سادہ لباس مل جاتا، پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرشِ زمین پر جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے۔ (شمائلِ ترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے کہ ''اے اللہ، مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں زندہ اُٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔'' (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ میرے لیے مکّہ مکرّمہ کے سنگ ریزوں کو سونا بنا دیا جائے، میں نے عرض کیا: پروردگار! میں یہ نہیں مانگتا، بلکہ یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھُوکا رہوں، جب مجھے بھُوک لگے تو آپ کو یاد کروں، اور آپ کے سامنے گڑگڑاؤں اور جب میرا پیٹ بھرے تو آپ کی حمد اور شکر ادا کروں۔'' (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چٹائی پر آرام کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر کچھ نشانات آگئے، عبداللہ بن مسعودؓ سے رہا نہ گیا وہ بول پڑے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں نرم چٹائی بچھادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے دنیا کی کیا ضرورت؟ میری اور دنیا کی مثال اس مسافر کی طرح ہے جو کسی منزل پر سفر کر رہا ہو، اس نے تھوڑی دیر کے لیے درخت کے سائے میں آرام کیا اور چل دیا۔ (مشکوٰۃ:۴۴۴)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کی کیفیت حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے پتے بھر دیے جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ابو بردہؓ کو ایک موٹا سا جبہ اور ایک موٹا سا ازار نکال کر بتایا اور اس بات کی نشاندہی کردی کہ یہی وہ دونوں کپڑے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ:۵۶۵/۲)

تکلفات سے احتراز کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ سے عمدہ لباس سے گریزاں تھے، ایک صحابیؓ نے ایک عمدہ لباس عطا کیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی اور نماز کے بعد فوراً اسے اتارا اور لوٹا دیا، دوسرا سادہ لباس زیب تن فرمایا اور ارشاد فرمایا: لے جاؤ، اس سے میری نماز میں خلل واقع ہوا۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ:۵۶۴/۲)

ظاہری طور پر جسمِ انسانی کی بقاء کا ذریعہ غذا ہے، لیکن وہی غذا انسان کے لیے مفید ہے، جو اسے بندگی پر قائم رکھنے کا سبب بنے، اس لیے کہ مقصودِ اصلی اطاعت وبندگی ہے، جب مقصودِ اصلی سے صرفِ نظر کر کے غذا کے لیے دوڑ دھوپ ہوگی تو ظاہر ہے اس میں حرمت وحلّت کے پہلو کو بھی نظر انداز کیا جائے گا، یہ غذا انسان کے لیے مفید ہونے کے بجائے مضر ہوگی، جس میں سادگی کے بجائے تنوعات وتکلفات شامل ہوں گی، جس میں فضول خرچی واسراف کی بہتات ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں انتہائی سادہ غذا اختیار کرتے تھے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔'' (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طعام کی کیفیت کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً جو کی روٹی اور سرکہ استعمال کرتے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ:۵۹۸/۲)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً۔ ''اے اللہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رزق کو بقدرِ زیست بنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۴۴۰)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہاڑوں کو سونا بنانے کی پیشکش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے رب! میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں؛ تاکہ جب کھاؤں تو تیرا شکر کروں اور جب بھوکا رہوں تو آپ کی جانب گریہ وزاری میں لگا رہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۴۴۲)

سادہ طرزِ زندگی درحقیقت اسلام کا وہ پیغام ہے، جو انسان کی فلاح اور کامرانی کا ضامن ہے، اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے اور اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کرنے کے لیے جو کچھ میسّر ہے، اُس پر قناعت کرنی چاہیے۔

اس لیے کہ جب انسان سادہ طرزِ زندگی کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو وہ حرص وہوس اور خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ بے جا تمناؤں کے نتیجے میں مزید کی جستجو اور زیادہ کی طلب میں اپنے آپ کو ہلاک کر بیٹھتا ہے۔

''سُورۂ تکاثر'' میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ ''دنیوی مال واسباب کی کثرت میں فخر نے تمہیں ہلاکت میں ڈال دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

خلیفۂ راشد؛ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

مولانا نور الحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

خواجہ ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے علیؓ ہیں جو قریشی و ہاشمی ہیں، ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے، صحیح قول کی رو سے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال قبل ان کی ولادت ہوئی، بعثت کے وقت ان کی عمر دس سال تھی، اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں، بچپن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں ان کی شرکت ہوئی، غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا جانشیں بنا کر مدینہ منورہ میں رکھ چھوڑا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”ألا ترضی أن تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ إلا أنک لست بنبیٍّ“ یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرے مقابلہ میں تمہاری وہ حیثیت ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اپنی قوم میں ان کو اپنا جانشیں بنا دیا، اسی طرح میں مدینہ منورہ میں تمہیں اپنا جانشیں بنا کر تبوک جا رہا ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ حضرت ہارون نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔ یہ باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تسلی کے لیے فرمائی تھیں، اس لیے کہ غزوۂ تبوک کے سفر پر جاتے ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مدینہ میں میرے خلیفہ اور جانشیں کی حیثیت سے رہو، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور کفالت میں کیسے آئے؟

سیرت ابن ہشام میں اس کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر جو انعامات اللہ تعالیٰ نے کیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ اسلام سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں تھے، جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور ابوطالب بہت بچوں والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ خوشحال تھے فرمایا: اے عباس! آپ کا بھائی ابوطالب بہت بال بچوں والا ہے اور اس قحط کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں پس میرے ساتھ چلیے کہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا کر دیں۔ ان کے بچوں میں سے ایک کو میں لے لیتا ہوں اور ایک کو آپ لے لیں اور ان کی دیکھ بھال کریں۔ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”پھر ہم دونوں ابوطالب کے پاس گئے اور کہا: ”ہم دونوں چاہتے ہیں کہ آپ پر بچوں کا جو بار ہے اس کو اس وقت تک کے لیے ہلکا کر دیں کہ اس آفت سے لوگ نجات پالیں، جس میں وہ مبتلا ہیں۔“ انہوں نے جواب دیا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو اور جو چاہو کرو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور انہیں اپنے ساتھ رکھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور اپنی پرورش میں رکھا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے یہاں تک کے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس نبوت کا پیام بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور ایمان لائے۔ (ابن ہشام: ۱/۲۷۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رات مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹا دیا تھا اور انہیں یہ کہہ دیا تھا کہ لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر کے مدینہ میں آ کر ان سے ملیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انہوں نے لوگوں کی امانتیں انہیں لوٹا دیں، پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔

آپ کی ماں کا نام بھی فاطمہ تھا وہ بھی مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لے آئی تھیں اور انہوں نے بھی مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ماں کی طرح تھیں، جب مدینہ میں ان کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بڑا صدمہ ہوا، آپ ان کی قبر میں اترے اور ان کے لیے دعاء مغفرت کی۔

غزوۂ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور تربیت یافتہ تو تھے ہی اب دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت ہوئی، غزوۂ احد میں ان کے جسم پر سولہ زخم آئے غزوۂ خیبر میں ایک قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور قلعہ اس کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ اگلے روز تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین منتظر تھے کہ دیکھیں یہ شرف کسے حاصل ہوتا ہے؟ اگلی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کر دیا، ان کو آشوب چشم کی تکلیف تھی، آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور ان کے لیے دعا کی تو وہ شفایاب ہو گئے۔ اللہ رب العزت نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا کی، قلعہ کا دروازہ انہوں نے اکیلے اکھاڑ پھینکا، بعد میں جب صحابہ کرام کی ایک ستر نفری جماعت نے اس اکھڑے ہوئے دروازے کو اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکے۔ ان کی قوت حیدری اور شجاعت و جواں مردی صحابہ کے درمیان مسلم تھی۔ معاملات کا فہم اور مقدمات کے فیصلے کی غیر معمولی صلاحیت اللہ نے انہیں عطا کی تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بڑے قاضی کی سند عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أقضاهم علی“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین مکہ کا رشتۂ مواخاۃ انصار مدینہ کے ساتھ قائم فرمایا تو ان سے کہا ”أنت أخی“ یعنی تم میرے بھائی ہو، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شکایت کی کہ آپ نے صحابہ میں بھائی چارہ کرایا لیکن میں رہ گیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، یہ آپ ﷺ نے بطور تسلی کے فرمایا۔ علم و فقہ اور قضاء و افتاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاص کمال حاصل تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ فتویٰ اور قضاء کے منصب پر فائز ہوئے، ان کے بہت سے فتوے اور فیصلے فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں منقول ہیں اور فقہاء کے لیے سند اور رہنما اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی شہادت کے بعد یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ ”قضیة و لا أبا حسن لها“ یعنی پیچیدہ مسئلہ ہے لیکن اسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں۔ قضاء کے منصب پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مامور فرمایا تھا اور آپ ﷺ کے بعد بھی قضاء و افتاء کی خدمت اپنے پیش رو تینوں خلفاء راشدین کے زمانہ میں انجام دیتے رہے اور وہ اہل شوریٰ میں تھے، جن کے مشورے سے معاملات انجام پاتے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے جن چھ افراد کو منتخب فرمایا تھا ان میں سے ایک حضرت علیؓ بھی تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان سے پھر حضرت عثمان بن عفانؓ سے بات چیت کی، پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تجویز قبول کی اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے مدینہ منورہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی، حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کے ہاتھ پر اس شرط کے ساتھ بیعت کی تھی کہ وہ قاتلان عثمانؓ سے بدلہ لیں گے اور قصاص جاری کریں گے، مگر حالات اس وقت سازگار نہ تھے، مدینہ منورہ میں بلوائیوں کا تسلط تھا، ان کے خلاف فوری طور پر کچھ کرنا مشکل تھا، حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ حالات پرسکون ہو جائیں اور لوگ پوری طرح ان کی اطاعت میں داخل ہو جائیں تو پھر حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان کا کوئی ولی ان کے خون کا دعویٰ لے کر بلوائیوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرے تو باقاعدہ شریعت کے اصول کے مطابق ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی، لیکن صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیش پیش تھیں ان کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کر رہی تھی، اس مطالبہ نے شدت اختیار کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہل شام کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ لے کر کھڑے ہوئے، جس کے نتیجے میں پہلے بصرہ میں جنگ جمل اور پھر شام مین صفین کا معرکہ پیش آیا، جس میں صحابہ و تابعین کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی، اور ہزاروں ہزار کی تعداد میں مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جب کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس فتنے سے اپنے آپ کو دور رکھا اور وہ کسی فریق کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ پھر پانچ سال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک حادثہ پیش آیا، اس امت کے بد بخت ترین انسان ابن ملجم خارجی نے انہیں شہید کیا، یہ واقعۂ فاجعہ ۱۷؍رمضان المبارک کی شب ۴۰ھ میں پیش آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۵ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تھی، آپ کی خلافت کی کل مدت پانچ سال سے ساڑھے تین ماہ کم ہے، اللہ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور امت کی طرف سے انہیں ان کی خدمات کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت علیؓ کے بارے میں امت کے دو طبقے غلو کا شکار ہوئے، خوارج نے تو ان کی تکفیر کی اور شیعوں نے ان کی محبت میں اتنا غلو کیا کہ انہیں پہلے تینوں پیش رو خلفاء راشدین سے بھی بڑا درجہ دے دیا، بلکہ کچھ لوگوں نے انہیں الوہیت کے مقام پر لا کھڑا کر دیا اور کہا کہ اللہ کی ذات ان کے اندر حلول کر گئی ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔ شیعہ حضرات کی طرف سے ایک کتاب ”نہج البلاغہ“ کے نام سے پانچویں صدی ہجری میں منظر عام پر آئی جو ان کے خطبات اور حکمتوں پر مشتمل ہے لیکن محققین نے آپ کی طرف اس کی نسبت کے صحیح ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے۔ آپؓ کے واقعات و حالات پر اردو میں بھی بہت سی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ آپؓ کی حکمت اور دانائی اور حکیمانہ فیصلوں کی کچھ مثالیں کتابوں میں مذکور ہیں جن میں سے ایک واقعہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے: ”ایک مرتبہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، اتنے میں ایک آدمی اور آ گیا، ان دونوں نے اسے بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا، جب وہ تیسرا آدمی کھانا کھا کر چلنے لگا تو اس نے آٹھ درم ان دونوں کو دے کر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے اس کے عوض میں یہ درم قبول کر لو، اس کے جانے کے بعد ان دونوں میں درموں کی تقسیم سے متعلق جھگڑا ہوا، پانچ روٹیوں والے نے دوسرے سے کہا کہ میں پانچ درم لوں گا اور تجھ کو تین ملیں گے، کیوں کہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں تو نصف سے کم پر ہرگز راضی نہیں ہوں گا، یعنی چار درم لے کر چھوڑوں گا، اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ وہ دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان دونوں کا بیان سن کر تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیری روٹیاں کم تھیں، تین درم تجھ کو زیادہ مل رہے ہیں، بہتر ہے تو رضا مند ہو جا، اس نے کہا کہ جب تک میری حق رسی نہ ہوگی میں کیسے راضی ہو سکتا ہوں؟ حضرت علی نے فرمایا کہ پھر تیرے حصے میں صرف ایک درم آئے گا، اور تیرے ساتھی کے حصے میں سات درم آئیں گے، یہ سن کر اس کو بہت ہی تعجب ہوا، اس نے کہا کہ آپ بھی عجیب قسم کا انصاف کر رہے ہیں، ذرا مجھے سمجھا دیجئے کہ میرے حصہ میں ایک اور اس کے حصے میں سات درم کس طرح آتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: سنو کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم تین آدمی تھے، چونکہ یہ مساوی طور پر تقسیم نہیں ہو سکتیں، لہٰذا ہر ایک روٹی کے تین ٹکڑے قرار دے کر کل چوبیس ٹکڑے سمجھو، یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ، لہٰذا یہی فرض کرنا پڑے گا کہ تینوں نے برابر کھانا کھایا اور ہر ایک شخص نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے ایک اس تیسرے شخص نے کھایا اور آٹھ تیرے حصے میں آئے، اور تیرے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑوں میں سے سات اس تیسرے شخص نے کھائے اور آٹھ تیرے ساتھی کے حصے میں آئے، چونکہ تیرا ایک ٹکڑا اور تیرے ساتھی کے سات ٹکڑے کھا کر اس آدمی نے آٹھ درم دیے ہیں، لہٰذا ایک درم تیرا اور سات درم تیرے ساتھی کے ہیں، یہ سن کر اس نے کہا ہاں اب میں راضی ہوتا ہوں۔“ (تاریخ اسلام حصہ اول)

آپ نے فرمایا: ”قبول عمل میں اہتمام بلیغ کرو، کیوں کہ کوئی عمل بغیر تقویٰ اور خلوص کے قابل قبول نہیں ہے، اے عالم قرآن عامل قرآن بھی بن، عالم وہی ہے، جس نے پڑھ کر اس پر عمل کیا اور اپنے علم و عمل میں موافقت پیدا کی، ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ عالموں کے علم و عمل میں سخت اختلاف ہوگا۔“ ایک شخص نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے مسئلہ تقدیر سمجھا دیجئے، آپ نے فرمایا اندھیرا راستہ ہے نہ پوچھ، اس نے پھر عرض کیا آپ نے کہا وہ بحر عمیق ہے، اس میں غوطہ مارنے کی کوشش نہ کر، اس نے پھر وہی عرض کیا آپ نے فرمایا یہ خدا کا بھید ہے تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، کیوں اس کی تفتیش کرتا ہے؟ پھر آپ نے پوچھا کہ اچھا یہ بتا کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے اپنی مرضی کے موافق بنایا ہے یا تیری فرمائش کے مطابق اس نے کہا کہ اپنی مرضی کے موافق بنایا ہے، آپ نے فرمایا کہ بس پھر جب وہ چاہے تجھے استعمال کرے، تجھے اس میں چارہ کیا ہے۔ ہر مصیبت کی انتہا ہوتی ہے اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو وہ اپنی انتہا کو پہونچ کر رہتی ہے، عاقل کو چاہئے کہ مصیبت میں گرفتار ہو تو بھٹکتا نہ پھرے اور اس کے دفع کی تدبیریں نہ کرے کیوں کہ اس سے اور زحمت ہوتی ہے۔

اعـــــلان مفقـــود الخبـــری

● مقدمہ نمبر۲۳/۳۲۲/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون رہتاس) ریحانہ خاتون بنت محمد عثمان، مقام ہری ہرگنج، ڈاکخانہ وتھانہ ناصری گنج ضلع رہتاس۔ مدعیہ۔ بنام۔ انیس احمد ولد محمد نصراللہ مرحوم مقام گورا بازار، ڈاکخانہ وتھانہ پیرنگر ضلع غازی پور یوپی۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ تاریخ پیشی ۱۸/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء روز منگل بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر۲/۶/۳۷/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ۲۵/فیرس لین کولکاتا) علیمہ خاتون بنت شیخ حنان علی مقام جنلہ ڈاکخانہ منشیر ہاٹ ضلع ہوڑہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ منور علی مدہ عرف صاحب ولد اشرف علی مدہ عرف شولجر مقام بھوبتی پور ڈاکخانہ منشیر ہاٹ ضلع ہوڑہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے دارالقضاء امارت شرعیہ میں پانچ سال قبل شادی ہونے اور تین سال سے نان ونفقہ نہ دینے اور ڈھائی سال سے غائب ولا پتہ ہونے کی بناء پر فسخ نکاح کا مقدمہ کیا ہے، اس لئے آپ کو اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں تاریخ پیشی ۱۸/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء روز منگل خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہوکر رفع الزام کریں، بصورت عدم حاضری مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے، فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر۲۲/۶۰۳/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری کھگڑیا) مسرت خاتون بنت محمد محمود مرحوم مقام گوگری وارڈ نمبر۴ ڈاکخانہ گوگری ضلع کھگڑیا۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد عمران عرف منا ولد بھولا مقام گوگری وارڈ نمبر۶، ڈاکخانہ گوگری ضلع کھگڑیا۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ گوگری میں عرصہ ۵/ماہ سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ ادا نہ کرنے اور حق زوجیت سے محروم رکھنے کی بنا پر نکاح فسخ کئے جانے کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۸/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء روز منگل کو مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ گواہان کم از کم دو ایسے معتبر مرد مسلم یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونے چاہئیں جو مقدمہ سے متعلق حالات سے براہ راست پوری طرح واقف ہوں، نیز اپنا اور اپنے گواہوں کا شناختی کارڈ ساتھ لائیں۔ فقط قاضی شریعت

جموں وکشمیر میں صدر راج

جموں وکشمیر میں بی جے پی نے پی ڈی پی کی مخلوط حکومت سے اپنا رشتہ توڑ لیا جہاں اس وقت ۶/ماہ کے لئے صدر راج نافذ ہے یہ اندیشہ پہلے سے تھا کہ اس سیاسی محاذ کی عمر بہت مختصر ہوگی، کیونکہ ان دونوں سیاسی پارٹیوں کے اصول ونظریات میں بعد پایا جاتا ہے، اس کے باوجود محبوبہ مفتی نے ریاست کے عوام کی بھلائی اور کشمیر کی ترقی کے لئے بی جے پی سے دوستی کا ہاتھ ملایا اور کم وبیش ساڑھے تین سال تک برداشت کر کے حکومت کی جب بی جے پی نے محسوس کیا کہ پی ڈی پی کے ساتھ مخلوط حکومت کرنے میں سیاسی بالادستی قائم نہیں رہ سکتی تو اس نے یہ کہہ کر اپنی حمایت واپس لے لی کہ وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی ریاست کے بگڑتے ہوئے حالات پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے ادھر کئی مہینوں سے ریاست میں افراتفری کا ماحول بنا ہوا تھا جس کی وجہ کئی امور میں ان دونوں پارٹیوں کے درمیان زبر دست اختلاف پایا جاتا تھا، اور اسی وجہ سے محبوبہ مفتی بی جے پی کے دباؤ میں رہتی تھی، اور اس کی وجہ سے عوامی توقعات کے مطابق وہ کام نہیں کر پاتی تھی حتی کہ بے روزگاری اور دہشت گردی تک کو روکنے میں ناکام ثابت رہی جس کی وجہ سے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے ادھر بی جے پی کو بھی موقعہ مل گیا کہ یہی وقت ہے دوستی کے ہاتھ کو کھینچ لیا جائے، تاکہ آنے والے عام انتخاب میں اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے سیاسی تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ بی جے پی نے ۲۰۱۹ء کے عام انتخاب کے لئے یہ حکمت عملی اختیار کی ہے تاکہ ملک بھر کے عوام کے سامنے اپنی تصویر معکوس کو پیش کر سکے گرچہ سیاسی مفاد کی بنیاد پر ہر پارٹی میں اختلاف رہا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اپنی انا کی خاطر حکومت پر ہی چھری پھیر دی جائے، کشمیری عوام کئی دہائیوں سے امن امان کے متلاشی ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ ملک کے سیاسی بازیگر اقتدار اور کرسی کی خاطر ریاست کے عوام کی نیند اڑا دی، جب سے گورنر راج نافذ ہوا ہے پوری وادی میں اتھل پتھل کی کیفیت پائی جارہی ہے فوج اور نیم فوجی دستوں کی سختیاں عروج پر ہیں بے قصور نوجوان تشدد کے شکار ہورہے ہیں کانگریس کے سینئر لیڈر جناب غلام نبی آزاد نے جس خدشہ کا اظہار کیا تھا وہ اب رونما ہورہا ہے، قدرت نے جس سرزمین کو قدرتی حسن سے مالا مال کر رکھا ہے آج وہاں کے مکیں مرجھائے ہوئے پھول کی مانند بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہیں، اور شرپسند عناصر اس کا مکمل فائدہ اٹھا کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہورہے ہیں، اس لئے کشمیری عوام کے درد کو سمجھنا ان کے زخموں پر مرہم رکھنا اور ان کے جان ومال کی حفاظت کرنا اس ملک کے صاحب اقتدار کی ذمہ داری ہے، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب سیاسی مفاد سے بلند تر ہوکر وہاں اعتماد کو بحال کیا جائے اس وقت کشمیریوں کو نشتر نہیں مرہم کی ضرورت ہے۔

رضوان احمد ندوی

بقیات

بقیہ: ملی زندگی کی تاریخ......... دن جیسے جیسے بیت رہے ہیں وہ آنکھیں بند ہوتی جارہی ہیں، جنہوں نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آزادی وطن کے نقشے میں رنگ بھرا تھا اور قدم سے قدم ملا کر آزادی کے دروازہ تک پہونچے تھے ان کی باتوں کا وزن ماضی کی جدوجہد سے جڑا ہوا تھا اس لئے سننے والے ان کی باتوں پر دھیان دیتے تھے۔ اب سننے سنانے کا انداز بدل چکا ہے، ماننے اور منوانے سنوارنے کے طریقے نئے ہوچکے ہیں۔ مسائل خواہ نئے ہوں یا پرانے، ان کے حل کی نئی راہ تلاش کرنا ہوگی۔ اور یہ بات ملت کے لئے فال نیک ہے کہ بزرگوں کے زیر سایہ جوان نسل نئی راہ پہچان لے ایسے لوگ سامنے آجائیں، جو آنے والے دنوں میں ملی اور ملکی مسائل کی گرہ کشائی کی ذمہ داری قبول کر سکیں اور انہیں ملت اسلامیہ کا اعتماد حاصل ہوجائے۔

بقیہ امارت شرعیہ؛ ملک کی ایک مثالی دینی وشرعی تنظیم...... سال رواں کا بجٹ چھ کروڑ دس لاکھ چھیاسی ہزار روپئے سے اوپر ہے جو مسلمانوں کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں، اگر آپ بھی بیت المال میں تعاون کرنا چاہتے ہیں تو۔ چک اور ڈرافٹ پر صرف بیت المال امارت شرعیہ پٹنہ لکھیں اور رقم ناظم بیت المال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ کے پتہ پر ارسال کردیں۔

۹-المعہد العالی:

امارت شرعیہ کے شعبۂ افتاء وقضاء کے تحت فقہ اسلامی سے خصوصی مناسبت رکھنے والے فضلاء مدارس کی تربیت کا کام ''المعہد العالی'' کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں ہر سال شوال کے مہینہ میں صوبہ وبیرون صوبہ کے باصلاحیت علماء کا داخلہ لیا جاتا ہے۔ اس کا نصاب دوسالہ ہے، اس میں درس کے ساتھ افتاء کی عملی تربیت، قضاء کے مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ لکھنے کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، اس شعبہ سے ایک سو سے زائد ایسے علماء تربیت پاکر نکل چکے ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں افتاء وقضاء اور درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰-دارالعلوم الاسلامیہ:

حالات وضرورت کے پیش نظر مورخہ ۲۱/شوال ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸/جنوری ۲۰۰۰ء روز جمعہ کو امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی نگرانی میں ایک دینی وتعلیمی ادارہ ''دارالعلوم الاسلامیہ'' کے نام سے قائم ہوا جو رضا نگر گون پورہ پھلواری شریف پٹنہ میں واقع ہے۔ اس کے لیے ایک صاحب خیر جناب احمد رضا خان صاحب مرحوم نے پانچ بیگھا سے زائد اراضی خرید کر وقف کردی۔ چند سالوں تک یہ ادارہ قاضی نگر پھلواری شریف میں کرایہ کے مکان میں چلتا رہا اب الحمدللہ ۱۸/فروری ۲۰۰۶ء سے یہ ادارہ اپنی سرزمین پر چل رہا ہے۔ حفظ وتجوید کے علاوہ فضیلت تک کی تعلیم ہورہی ہے اور تعلیم وتربیت وطعام وقیام کا بہترین نظم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ ادارہ روز افزوں ترقی پر ہے اور عوام وخواص کو اعتماد حاصل ہے۔ چار سو سے زائد طلبہ کے طعام وقیام کا نظم من جانب ادارہ ہے یہ ادارہ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی نگرانی میں قائم ہے لیکن چونکہ اس کے اخراجات مستقل ہیں اور مستقبل میں مزید اخراجات کی توقع ہے اس لیے اس کے حساب وکتاب کا نظم بیت المال امارت شرعیہ سے الگ رکھا گیا ہے۔

۱۱-وفاق المدارس الاسلامیہ:

ہندوستان میں دینی مدارس نے شرعی علوم کی حفاظت وترویج اور نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا ہے۔ ہمارے صوبہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ میں یہ مدارس ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان مدارس کی ایک بڑی تعداد بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق ہے اور انہیں سرکاری امداد بھی ملتی ہے۔ ان کے علاوہ بڑی تعداد ان آزاد دینی مدارس کی ہے جو ملحق نہیں ہیں۔ ایسے مدارس کے درمیان ربط وہم آہنگی پیدا کرنے، ان کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے امارت شرعیہ کے تحت ''وفاق المدارس الاسلامیہ'' کا قیام ہوا ہے، جس کے ذریعہ یکساں نصاب تعلیم کا اجراء، اساتذہ کی ٹریننگ اور مدارس کے سالانہ امتحان کا نظم ہوتا ہے۔

۱۲-کتب خانہ:

کتب خانہ امارت شرعیہ کی مرکزی بلڈنگ کی دوسری منزل کے ایک وسیع ہال میں واقع ہے جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ علمی وتحقیقی کام کرنے والے حضرات صوبہ وبیرون صوبہ سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لائبریری کو مزید علمی وتحقیقی مراجع وفتاویٰ سے آراستہ کیا جارہا ہے تاکہ علمی وتحقیقی کام کرنے والے پوری طرح استفادہ کرسکیں۔

۱۴-امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ:

امارت شرعیہ نے دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ اعلیٰ ٹیکنیکل تعلیم کو عام کرنے پر توجہ دی ہے۔ اس کے لیے ''امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ'' قائم ہے۔ اس ٹرسٹ کے ذریعہ آٹھ ٹیکنیکل ادارے پھلواری شریف، دربھنگہ، پورنیہ، راورکیلا اور ساٹھی (مغربی چمپارن) میں چل رہے ہیں۔ رانچی، بہار شریف، گریڈیہہ اور کٹیہار میں انسٹی ٹیوٹ کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اسی طرح عام انسانی خدمت کے لیے مولانا سجاد میموریل اسپتال پھلواری شریف میں قائم ہے جس میں آؤٹ ڈور کے ساتھ عورتوں وبچوں کے لیے بیڈ کا نظم ہے۔ غریب مریضوں کو مفت دوائیں بھی دی جاتی ہیں۔ اس کے تحت پیتھالوجی، آنکھ کے علاج، اکسرے، ٹیکہ وغیرہ کا بھی نظم ہے۔ ہر سال آنکھ کے آپریشن کا مفت کیمپ بھی لگتا ہے۔ اس کے تحت تین ایمبولینس گاڑیاں ہیں جو ۲۴ گھنٹے خدمت کے لیے تیار رہتی ہے۔ امارت شرعیہ کی ہمہ جہت خدمات کے پیش نظر اصحاب خیر سے مخلصانہ اپیل ہے کہ امارت شرعیہ کی بھرپور مدد کریں اور یقین مانئے کہ کار خیر میں حصہ لینے سے اللہ تعالیٰ کاروبار میں برکت عطا فرماتے ہیں اور زندگی کو ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

Volume:56/66,Issue:25-26 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں
(ساحرلدھیانوی)

ماہِ رمضان المبارک کے بعد

ڈاکٹر محمد نجیب سنبھلی قاسمی

عمل کی قبولیت کی جو علامتیں علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائی ہیں ان میں سے ایک اہم علامت عمل صالح کے بعد دیگر اعمال صالحہ کی توفیق اور دوسری علامت اطاعت کے بعد نافرمانی کی طرف عدم رجوع ہے۔ نیز ایک اہم علامت نیک عمل پر قائم رہنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل وہ ہے جس میں مداومت یعنی پابندی ہو خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری ومسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایام کو کسی خاص عمل کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہیں؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل میں مداومت (پابندی) فرماتے تھے، اگر کوئی ایسا کرسکتا ہے تو ضرور کرے۔ (مسلم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح مت بنو، جو راتوں کو قیام کرتا تھا؛ لیکن اب چھوڑ دیا۔ (صحیح بخاری ومسلم) لہذا ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد بھی ہمیں برائیوں سے اجتناب اور نیک اعمال کا سلسلہ باقی رکھنا چاہئے؛ کیونکہ اسی میں ہماری دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔ چند اعمال تحریر کررہا ہوں، دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان کا بھی خاص اہتمام رکھیں:

فرض نماز کی پابندی:

نماز ایمان کے بعد دین اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے؛ لیکن انتہائی تشویش وفکر کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اِس اہم فریضہ سے بے پرواہ ہے۔ رمضان کے مبارک ماہ میں تو نماز کا اہتمام کرلیتے ہیں، مگر رمضان کے بعد پھر کوتاہی اور سستی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث میں اِس فریضہ کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکید وارد ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کا پابند بنائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ (سورۃ النساء:۱۰۳) دن رات میں کل ۱۷ رکعتیں ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں: فجر کی ۲ رکعت، ظہر کی ۴ رکعت، عصر کی ۴ رکعت، مغرب کی ۳ رکعت اور عشاء کی ۴ رکعت۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خسارہ میں ہوگا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، مسند احمد) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو اِن نمازوں کو اس طرح لے کر آئے کہ ان میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو تو حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا اور جو شخص ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکو عذاب دے چاہے جنت میں داخل کردے۔ (موطا مالک، ابن ماجہ، ابوداود، مسند احمد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز۔۔۔ (یعنی نماز کا اہتمام کرو)۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ حکم جاری فرمایا کہ میرے نزدیک تمہارے امور میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے، جس نے نماز کی پابندی کرکے اسکی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا، وہ نماز کے علاوہ دین کے دیگر ارکان کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ (موطأ امام مالک)

نمازِ وتر کی پابندی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت عشاء کی نماز سے طلوعِ فجر تک ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداود) حدیث کی تقریباً ہر مشہور ومعروف کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ کو نمازِ وتر پڑھنے کا امر (حکم) موجود ہے جو عموماً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں بعد نمازِ عشاء یا اذانِ فجر سے قبل وتر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہئے۔ احادیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ نماز وتر کی وقت پر ادائیگی نہ کرنے پر دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد کسی بھی وقت قضا کرلینی چاہئے۔

سنن مؤکدہ کا اہتمام:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دن اور رات میں بارہ رکعتیں (فرض کے علاوہ) پڑھیں، اُس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیا گیا۔ (مسلم) ترمذی میں یہ حدیث وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص دن رات میں مندرجہ ذیل بارہ رکعتیں پڑھے گا، اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا: ۴ ظہر سے پہلے، ۲ ظہر کے بعد، ۲ مغرب کے بعد، ۲ عشاء کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔“ ان سنن مؤکدہ کے علاوہ دیگر سنن غیر مؤکدہ، نماز تہجد، نماز اشراق، نماز چاشت، تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کا بھی اہتمام فرمائیں۔

قرآن کی تلاوت کا اہتمام:

تلاوتِ قرآن کا روزانہ اہتمام کریں خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ علماءِ کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں، قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر اُن پر عمل کریں اور دوسروں کو پہونچائیں۔ یہ میری، آپ کی اور ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے معنی ومفہوم نہیں سمجھ پارہے ہیں، تب بھی ہمیں تلاوت کرنی چاہئے؛ کیونکہ قرآن کی تلاوت بھی مطلوب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن کریم کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ال م ایک حرف ہے؛ بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف۔ (ترمذی)

حلال رزق پر اکتفا:

حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو؛ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کے جواب دیدے، ان پانچ سوالات میں سے دو سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفا کرے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ (صحیح مسلم)

عصر حاضر میں بعض ناجائز چیزیں مختلف ناموں سے رائج ہوگئی ہے، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اُس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا، اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے؛ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ چرواہے کی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے وہ بکریاں دوسرے کی چراگاہ سے کچھ کھالیں۔ (بخاری ومسلم)

بچوں کی دینی تعلیم وتربیت:

ہماری یہ کوشش وفکر ہونی چاہئے کہ ہماری اولاد اہم وضروری مسائل شرعیہ سے واقف ہوکر دنیاوی زندگی گزارے اور اخروی امتحان میں کامیاب ہوجائے؛ کیونکہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے، جسکی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر؛ بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم اخروی زندگی کو سامنے رکھ کر دنیاوی زندگی گزاریں گے تو ہمارا بچوں کی تعلیم میں مشغول ہونا، ان کی تعلیم پر پیسہ خرچ کرنا اور ہر عمل دنیا وآخرت دونوں جہاں کی کامیابی دلانے والا بنے گا۔ (ان شاءاللہ)

لیکن آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت واہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغ ہونے کے باوجود نماز وروزہ کا اہتمام نہیں کرایا جاتا کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے، امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ؛ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لئے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے دوری:

معاشرہ کی بے شمار برائیاں ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے پھیل رہی ہیں، لہذا فحش وعریانیت وبے حیائی کے پروگرام دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی دور رکھیں اور اپنی اولاد وگھر والوں کی خاص نگرانی رکھیں تاکہ یہ جدید وسائل آپ کے ماتحتوں کی آخرت میں ناکامی کا سبب نہ بنیں، کیونکہ آپ سے ماتحتوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (سورۃ التحریم:۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ مغفرت اور رحمت والے مہینہ میں کئے گئے ہمارے تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے جہنم سے چھٹکارہ کا فیصلہ فرمائے۔ آمین، ثم آمین

WEEK ENDING-02/07/2018, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے